فیصل آباد پاکستان

ماہنامہ

مِلّیہ

جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ

بمطابق اپریل،مئی 2013ء

www.milliafsd.com

الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

کلمۃ الحبیب

انتخاب نہیں انقلاب

ابن نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

- حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ

استاذ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

- حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

- خواتین کے صفحات خادمۃ القرآن

- بچوں کے صفحات

مدیر اعلیٰ وسرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحیم

هر که ما را یار نبود ایزد او را یار باد
وانکه ما را رنجه دارد راحتش بسیار باد
هر که او خاری نهد در راه ما از دشمنی
هر گلی کز باغ عمرش بشکفد بی خار باد

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ
مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9
بمطابق
اپریل، مئی 2013ء شمارہ نمبر 6

فہرست مضامین

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ

بفیض
حضرت سید نفیس الحسینی
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

مدیر
حماد الرحمن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر......حبیب الرحمن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد **Decl No. 3483-85**

کلمة الحبيب

انتخاب نہیں انقلاب

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

ہندوستان کے پہلے مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کا بیٹا ہمائیوں اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا تو اس کی بادشاہت میں وہی کرّ وفر، دبدبہ، رعب، ٹھاٹھ باٹھ تھی جو کہ اس کے باپ کے وقت تھی۔ مغل شہنشاہیت عروج پر تھی، روزانہ بڑا دربار سجتا، لوگوں کی فریادیں سنی جاتیں، فیصلے ہوتے۔ مال وزر کے ڈھیر بادشاہ کے قدموں میں لگائے جاتے۔ بادشاہ کبھی کبھار اپنی فوج کے سرداروں کی دعوت بھی کیا کرتا، جس میں ان کی کارکردگی پر انعام سے نوازا جاتا۔ ایک دفع بادشاہ ہمائیوں نے اپنی فوج کے چند چھوٹی سطح کے سرداروں کی دعوت کی۔ دستر خوان سجا دیا گیا، اس پر طرح طرح کے کھانے چُن دیئے گئے۔

جب کھانے کا وقت آیا تو سب نے باقاعدہ آستینیں چڑھا کر دوزانو ہو کر کھانے کی ابتداء کی۔ انہی سرداروں میں سے ایک سردار نے اپنی بغل سے ایک خنجر نکالا اس کی نوک بُھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے میں چبھو دی اور اس کو اُسی خنجر کے ساتھ اُٹھا کر منہ کے قریب لے گیا اور کھانا شروع کر دیا۔ یہ حرکت سب نے محسوس کی اور بادشاہ ہمائیوں نے تو اس کو بہت ہی بُرا جانا۔ پوچھا کہ یہ کون بے ادب ہے جس نے بادشاہ کے دستر خوان کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھا۔ کہا گیا کہ یہ پہاڑی علاقے کا ایک پٹھان ہے، نام اس کا فرید خان ہے، اور بادشاہ کی فوج میں ایک ہفت ہزاری سردار ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اسے سرداری سے فوراً علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس معزولی کی اطلاع فرید خان کو کر دی گئی۔ فرید خان یہ خبر سن کر غصے میں واپس اپنے گھر پہنچا۔ رات کے وقت کچھ مسلح افراد اس کے گھر میں داخل ہوئے، ان لوگوں نے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے فرید خان کو

قابو کرلیا اور اُسے مجبور کیا کہ وہ اپنے بیوی کو طلاق دیدے۔فرید خان کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی،اس نے بہت انکار کیا،ان لوگوں نے اس کے جسم کے مختلف حصوں میں خنجروں کی نوک چبھودی،آخرکار مجبور ہوکر فرید خان نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔صبح کو اس نے شہر کے مفتیوں سے مسئلہ پوچھا تو سب نے یہی فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی ہے،اب بظاہر رجوع کی کوئی صورت نہیں۔

فرید خان سوچتا رہا کہ یہ کام کس نے کرایا ہے۔آخرکار وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کام شاہی محل کی جانب سے کرایا گیا ہے۔بس پھر کیا تھا فرید خان کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی،اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اب بادشاہ ہمائیوں کی حکومت کا تختہ اُلٹ دے گا،اور خود ہندوستان کا بادشاہ بنے۔

فرید خان دہلی کے ایک مشہور نجومی کے پاس گیا،اس کو اپنا ہاتھ دکھا کر پوچھنے لگا کہ کیا میں ہندوستان کا بادشان بن سکتا ہوں؟ نجومی نے اس کو بہکا ہوا انسان سمجھا اور کہا کہ تو کہاں اور ہندوستان کی بادشاہت کہاں،فرید خان نے نجومی سے کہا کہ میں مذاق نہیں کررہا تو میرا ہاتھ دیکھ،اس نجومی نے سرسری طور پر ہاتھ دیکھ کر پر جواب دیا کہ تیرے ہاتھ میں بادشاہت کی کوئی لکیر نہیں،فرید خان نے پھر زور دے کر کہا کہ غور سے دیکھ ورنہ میں تیری گردن اُتار دوں گا،نجومی نے ڈرتے ہوئے اس کے ہاتھ کو غور سے دیکھا پھر گویا ہوا کہ واقعی تمہارے ہاتھ میں بادشاہت کی لکیر نہیں ہے۔اس پر فرید خان نے کہا کہ تم نجومی لوگ جھوٹ بولتے ہو۔میں تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرتا مگر آزمانے کے لئے آیا تھا،یہ یاد رکھنا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ ضرور بنوں گا۔نجومی نے کہا کہ جب تمہارے ہاتھ پر بادشاہت کی لکیر ہی نہیں ہے تو پھر میں کیسے تمہیں بادشاہت کی خبر دوں۔اس پر فرید خان نے کہا کے تم یہ بتاؤ کہ کونسی لکیر ہوگی تو میں بادشاہ بن جاؤں گا۔تو نجومی نے فرید خان کے ہاتھ کی ایک لکیر کی طرف اشارہ کیا کہ اگر یہ لکیر اس طرف جانے کی بجائے دوسری طرف جاتی تو تم بادشاہ بن سکتے تھے۔اس پر فرید خان نے کہا کہ میں تمہارا علم جھوٹا ثابت کردوں گا۔میں بادشاہ ضرور بنوں گا۔یہ کہتے ہوئے فرید خان نے اپنی بغل سے اپنا خنجر نکالا اور اپنے ہاتھ کی اس لکیر کو اپنے خنجر کے ساتھ نجومی کی کہی ہوئی جانب کی طرف لکیر کھینچ دیا۔اس پر نجومی کہہ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ تو ضرور ہندوستان کا بادشاہ بنے گا،یہ لکیر تجھ کو بادشاہ نہیں بنائے گی مگر تیرا عزم تجھ کو بادشاہ بنائے گا۔

تو پھر ہندوستان کی دھرتی نے دیکھا کہ فرید خان نامی معمولی معزول سردار ہندوستان کا بادشاہ بنا،اس

نے ہندوستان پر پانچ سال تک بلاشرکتِ غیرے حکومت کی۔اور ایسی حکومت کی کہ اس جیسی حکومت تاریخ میں کسی نے نہیں کی۔اس کی پانچ سالہ حکومت میں کوئی قتل نہیں ہوا،اس کی پانچ سالہ حکومت میں کوئی ڈاکہ نہیں پڑا،اس کی پانچ سالہ حکومت میں کسی سے کوئی زیادتی نہیں ہوئی،اسکی پانچ سالہ حکومت میں ایک عورت تن تنہا مال و زرُ سے لدی ہوئی کابل سے چلتی تھی،جنگلوں ، پہاڑوں،دریاؤں سے گزرتی ہوئی دہلی تک پہنچ جاتی تھی،مگر کوئی آنکھ بھی اس کی طرف نہیں اُٹھتی تھی۔اس لئے کہ اس نے ہندوستان کے ہر علاقہ کے حکومتی ذمہ دار سے کہہ دیا تھا کہ جس کے بھی علاقے میں قتل،چوری،ڈاکہ،ظلم ہوا تو اس علاقے کا ذمہ دار سرعام قتل کر دیا جائے گا۔اس فرید خان نامی بادشاہ نے پورے ہندوستان میں شاہراہوں کا ایسا جال پھیلایا کہ آج تک ہم لوگ اس جال کے محتاج ہیں۔یہ فرید خان ہندوستان کی تاریخ میں ''شیر شاہ سوری'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ کوئی افسانہ یا فرضی داستان نہیں،ہندوستان کی نہ جھٹلائی جانے والی ایک تاریخ ہے۔ہوسکتا ہے کہ اس میں کہیں کوئی جھول ہو یا زیب داستاں کے لئے اس میں کچھ لگا دیا گیا ہو،مگر یہ بات بہرحال ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صرف ایک ہی شخص نے اپنے عزم مصمم کے ساتھ پورے ہندستان کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ہاں صرف ایک ہی شخص کے عزم نے برصغیر کی کایا پلٹ دی۔جس ملک میں امن نہیں تھا،سکون نہیں تھا،آزادی نہیں تھی محبت نہیں تھی،اُسی ملک کو ایک شخص کے عزم نے سکون دیا،آزادی دی،محبت دی،غیرت دی۔

ہمارے پاس تو ایک نہیں بلکہ ہزاروں افراد کے عزائم ہیں مگر پھر بھی ہم امن وسکون نہیں پیدا کر سکے۔ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ یہ ملک پاکستان پوری مسلمان قوم کے عزم سے بنا،مگر ہم نے اس عزم کی کامیابی کے بعد کیا کیا؟قوم کا عزم تو غیر مسلموں سے نجات حاصل کر کے پُرسکون زندگی گزارنا تھا۔مگر ہمارے لیڈروں کا عزم کچھ اور ہی تھا۔یہاں پر دیکھا جائے کہ یہ ایک شخص کا عزم تھا،اس کے پیچھے کوئی تحریک نہ تھی،نہ ہی کوئی ایسی طاقت تھی جس کے بل بوتے پر اس نے یہ سب کچھ کیا۔اگر اس کے پیچھے کچھ تھا تو وہ خلوص کا جذبہ کارفرما تھا۔چونکہ یہ شخص نچلے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور اس کو عوام کی کسمپرسی کا علم تھا اور وہ اسی کسمپرسی کا شکار رہا تھا،اس نے بدامنی،لوٹ مار،قتل وغارت گری،ڈاکے اور چوریوں کا عذاب سہا تھا،اس لئے اس نے ہر اس شخص کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا جو کہ ان تمام جرائم کی سرکوبی پر مامور

تھا۔ چنانچہ اس نے تمام محکموں کے ذمہ داروں کو واجب القتل قرار دیدیا۔ واجب القتل قرار دینے کے باوجود اس کو قتل کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کا ارادہ نیک تھا اور اس پر عمل کرنے کا عزم تھا۔ لازمی بات ہے کہ اس کا نتیجہ سو فیصد امن ہی تھا۔ اس نے بغیر کسی قتل و غارت کے پورے ہندوستان میں امن قائم کیا۔

ہمارے ہاں تو حال یہ ہے کہ دودھ کی رکھوالی پر بلّے کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں عدالتیں، تھانے، محکمے، عہدے بکتے ہیں۔ ہمارے انتخاب کے نام پر چو، اُچکے، ڈاکو برسر اقتدار آتے ہیں۔ ہمارے ہاں ان کی باری لگی ہوئی ہے۔ چور جاتا ہے تو ڈاکو آجاتا ہے، ڈاکو جاتا ہے تو قاتل آجاتا ہے۔ ہماری قوم ایک مفتوح قوم ہے، انگریز نے ہمارے اندر طمع لالچ اور ضمیر فروشی پیدا کی، انگریز کے ہاں وہی سب سے زیادہ قرب پیدا کرسکتا تھا جس میں یہ تینوں چیزیں زیادہ پائی جاتی ہوں۔ انگریز اپنی قوم اور مذہب میں کسی بھی قسم کی ملاوٹ برداشت نہیں کرسکتا، اس نے اپنے نظام کو چلانے کے لئے انتہائی ذمہ دار، دیانت دار، فرض شناس افراد کو منتخب کیا۔ جس کی وجہ سے اس کی حکمرانی میں چار چاند لگ گئے۔ اور ہمارے لئے ہم ہی میں سے انتہائی کرپٹ، ضمیر فروش، ایمان فروش افراد کو چنا۔ یہی وجہ سے کہ ہماری ساری قوم کا مزاج بھی اپنے حکمرانوں جیسا ہوگیا ہے۔ انگریز نے ڈیڑھ سو سال ہماری قوم پر حکمرانی کی، اور اسی دوران اس نے ایسے افراد پیدا کئے، اور پھر انہی کے ہاتھ اس ملک کی تقدیر دے کر چلا گیا۔ انگریز نے ہندوستان کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں دی جنہوں نے اس ملک کی آزادی کے لئے قربانیاں دی تھیں، مگر ہمارے ملک کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں دی جنہوں نے آزادی کی خاطر اپنا سب کچھ لُٹانے والوں کی مخبریاں کیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد یہاں پر اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوگئی، ہر ایک نے دوسرے کو نیچا دکھانے اور قتدار حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کیا، یہاں تک کہ ملک کو دو ٹکڑے کردیا اور اب بھی اس کے مزید ٹکڑے کرنے کے درپے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد اقتدار کی رسہ کشی میں اتنی تیزی سے حکومتیں بدلیں کہ ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے ایک دفع کہا کہ ''میں اتنی جلدی اپنا پاجامہ نہیں بدلتا جتنی جلدی پاکستان کی حکومت بدل جاتی ہے'' پاکستان میں اگر کچھ عرصہ مضبوط حکومت رہی ہے تو وہ فوج کی حکومت ہے۔ جسے ہم آمریت کہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ فوج منتخب ہوکر نہیں آتی مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ فوج کو یہ راستہ کس نے

دکھایا۔ ہمارے انہی سیاستدانوں نے جنھوں نے اس ملک کو بنایا تھا اور عوم الناس کو یہ یقین دلایا تھا کہ ہم مسلمانوں کو ہندوؤں کی چنگل سے آزاد کروا کر انہیں ان کا حق دیں گے، کیونکہ انہوں نے یہ مشہور کردیا تھا کہ اگر انگریز بغیر تقسیم کیے چلا گیا تو مسلمان ہندو کے ظلم وستم کا شکار ہوجائیگا۔ جیسے آجکل کے سیاستدان یہ کہہ رہے ہیں کہ کہ اگر افغانستان سے اسی حالت میں امریکہ چلا گیا تو یہاں پر طالبان قابض ہوجائیں گے۔ مگر تقسیم ہند کے بعد پاکستان بن جانے کے بعد ہندو سے تو جان چھوٹ گئی مگر ''مہا ہندو'' ہمارے سر پر مسلط ہوگئے۔ جو کام ہندو نہیں کرسکتا تھا وہ کچھ ہم نے کر دکھایا۔ جس طرح یہ سیاستدان ہمیں انگریز سے ورثہ میں ملے تھے اسی طرح فوج بھی ہمیں انگریز ہی سے ورثہ میں ملی تھی۔ جو تربیت سیاستدانوں کی گئی تھی انگریز کی طرف سے کی گئی تھی بالکل یہی تربیت ہماری فوج کی تھی۔ ایسی ہی تربیت ہماری اس بیوروکریسی کی کی گئی تھی جو کہ ہمیں انگریز سے ورثہ میں ملی تھی۔ ہمارے سیاستدان انگریز کے عطاء کردہ تھے، ہماری فوج انگریز کی عطاء کردہ تھی، اور ہماری بیورکریسی انگریز کی عطاء کردہ تھی، ہمارے پاس قانون انگریز کا عطاء کردہ تھا۔ تو ایسی صورت میں کس طرح ہمارا ملک صحیح سمت چل سکتا تھا۔ جب کوئی قوم انقلاب لاتی ہے تو اس سے پہلے کے تمام حکومتی کارندے ہٹادیئے جاتے ہیں، پہلی تمام نشانیاں مٹادی جاتی ہیں، پہلے تمام قانون ختم کردیئے جاتے ہیں، پہلی فوج ختم کرکے نئی تشکیل دی جاتی ہے۔ جس طرح شیر شاہ سوری نے کیا۔ ہمارے ہاں چونکہ سب کچھ وہی تھا اسی لئے کچھ نہ بدلا بلکہ پہلے سے زیادہ تباہی برپا کردی گئی۔ وہ اس لئے کہ یہ کارندے اور سیاستدان انگریز کے دور میں بااختیار نہیں تھے، جب ان بے اختیاروں کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے وہ اُدھم مچایا کہ خدا کی پناہ۔ پاکستان بنانے اور چلا والے وہ لوگ ہیں جو کہ ڈیڑھ سو سال تک انگریزی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنی آنکھیں بچھاتے رہے۔ جس طرح بھوکی گائے کو باندھ دیا جائے اور اس کے سامنے چارہ رکھ دیا جائے، اور وہ بے بسی کے ساتھ چارے کو دیکھتی رہے، اور جب اس گائے کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ اس چارے پر اس طرح ٹوٹتی ہے جیسے حملہ آور ہو، اور وہ دوسرے کو اس کے قریب بھی آنے نہیں دیتی۔ ہمارے ان لوگوں کی بھوک ان کی نسلوں میں بھی وراثت کے طور پر منتقل ہوچکی ہے۔ اس کا نقشہ اگر دیکھنا ہو تو شادی بیاہ کی دعوتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جب کھانے کا اعلان ہوتا ہے تو یہ لوگ کرسیاں اور میز پھلانگ کر کھانے کی میز تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں وہ ہلڑ بازی ہوتی ہے جو کہ بیان

سے باہر ہے۔ یہ وہ بھوک ہے جو کہ ان کے بڑوں کے ندیدے پن کا اظہار ہے۔ یہی حال ان کا ملک میں اقتدار کی خاطر ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں جب کوئی نیا حکمران آتا ہے تو وہ پہلے سے بھی زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ جسے دیکھ کر اس سے پہلا حکمران بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں کفن چور رہتا تھا، جو کہ مردوں کے کفن چرایا کرتا تھا، وہ قبر کھول کر مُردے کا کفن اُتار کر مُردے کو کفن کے بغیر دفن کر دیا کرتا تھا۔ لوگ اس سے بہت تنگ تھے، اس کے مرنے کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ خدا کا کرنا کہ ایک دن وہ کفن چور مر گیا، لوگوں نے سکھ کا سانس لیا، مگر اس کفن چور کے بعد اس کے بیٹے نے بھی کفن چوری کا پیشہ اپنا لیا، مگر ہوا یہ کہ پہلا کفن چور تو کفن چرا کر مُردے کو دفنا دیا کرتا تھا مگر اس کا بیٹا اپنے باپ سے بھی آگے نکلا، وہ مُردے سے کفن اُتار کر مُردے کو باہر ہی پھینک دیتا تھا۔ اس پر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اس سے بہتر تو اس کا باپ تھا جو کہ کفن اتار کر مُردے دفنا تو دیا کرتا تھا یہ تو مُردے کو باہر ہی پھینک دیتا ہے۔ یہی حال ہمارے ملک کے جانے اور آنے والے حکمرانوں کا ہے، یہ سب نسل در نسل کفن چور ہیں۔ یہ خاندانوں کے خاندان اسی دھندے میں مبتلا ہیں۔ بعد آنے والا پہلے کو نیک، رحم دل ثابت کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں آجکل الیکشنوں کا شور ہے اور زور بھی ہے۔ ہر ایک دوسرے سے زیادہ اپنے آپ کو عوام کا خیر خواہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نیز ہمارے ملک میں نگران حکومتیں قائم کر دی گئی ہیں جو کہ آزادانہ، منصفانہ، اور غیر جانبدارانہ الیکشن کروائیں گی۔ یہ نگران کون ہے؟ یہ انہی سابقہ حکمرانوں کا چربہ ہے، ان سے امیدیں لگانا بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر ہے۔ کچھ بھی نہیں ہوگا، اپنی مرضی کے نتائج حاصل کر کے غیر ملکی آقاؤں کے سامنے لیٹ جائیں گے۔ یہ بھک منگے باقی کا رہا سہا بھی بیچ ڈالیں گے۔ کیونکہ آئندہ جو وقت آ رہا ہے وہ انتہائی اہم اور سنگین ہے۔ اس میں بہت کچھ بکے گا اور بکھرے گا، جسے سنبھالنا بہت مشکل ہوگا۔ اس ملک کو چلانا ان لوگوں کی بس کی بات نہیں۔ اب ہمارے ملک کو ایک ''شیر شاہ سُوری' چاہیے، جو کہ اس قوم کی بنیادوں میں غیرت کا جوش بھر دے، ایمان کا جذبہ پیدا کر دے، اس بکھری ہوئی قوم کو منظّم کر دے۔ یہاں کے چوروں، اُچکوں، لُٹیروں کو سرِ عام لٹکا دے۔ یہ کام انتخاب سے نہیں انقلاب سے ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 30

مشترکہ اقرارنامہ اور اشاعۃ السنّۃ کی بندش

جیسا کہ ہم نے گزشتہ شمارے میں لکھا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی نے جب فروری ۱۸۹۹ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ ایک مشترکہ اقرارنامے پر دستخط کیے، جس میں ان دونوں نے عہد کیا تھا کہ آئندہ یہ دونوں دوسرے کو کافر، کاذب اور دجال نہیں کہیں گے۔ تو اس کے بعد بٹالوی صاحب نے اپنے مشہور رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' (جس کو انہوں نے اپنے طور پر مرزا قادیانی کی سرکوبی کے لئے مخصوص کر رکھا تھا) کی اشاعت موقوف کر دی۔ کیونکہ اب معاملہ ختم ہو چکا تھا اور اشاعۃ السنہ کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی تھی جو کہ مرزا قادیانی کے مقابلے کی وجہ سے تھی مگر اس پر لوگوں میں بددلی پھیلنا شروع ہوگئی اور عام لوگوں تک مرزا قادیانی اور بٹالوی گٹھ جوڑ کی صورت حال سامنے آ گئی۔ نیز مرزا قادیانی نے بھی اپنے اور بٹالوی صاحب کے گٹھ جوڑ کے پروگرام کے مطابق کچھ اشتہارات شائع کر کے یہ مشہور کر دیا کہ بٹالوی صاحب نے آپ ہی فتویٰ تیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا۔ اس پر لوگوں نے کافی لعن طعن کی چنانچہ مولانا بٹالوی نے ۱۸۹۹ء کی موقوفی کے بعد اشاعۃ السنہ کو دوبارہ ۱۹۰۲ء میں شائع کیا۔ اور بٹالوی صاحب نے اپنی خفت مٹانے کے لیے مرزا قادیانی کے اشتہارات کے جواب میں ایک ذو معنی تحریر لکھی۔

قارئین! پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ فروری ۱۸۹۹ء میں گورداس پور میں انگریز مجسٹریٹ کی عدالت مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی نے باہم ایک مشترکہ اقرارنامے پر جو دستخط کئے تھے (جس کو ہم گزشتہ شمارے میں شائع کر چکے ہیں) وہ اچانک نہیں تھے۔ بلکہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔ مگر اس کو آہستہ آہستہ عملی جامہ پہنانا تھا۔

چنانچہ اسی پروگرام کے تحت مولانا بٹالوی نے اشاعۃ السنہ کی موقوفی پر یہ تحریر لکھی:

مرزا تو کل پیدا ہوا اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے بلکہ اس غیر معمولی توقف کی

وجہ یہ ہوئی کہ خاکسار مؤلف رسالہ ایک اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس مصروفیت کے سبب وہ طبع شدہ حصہ رسالہ از ۲ صفحہ لغایت ۳۷ کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا شائع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مؤلف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ زمین عطا کروائی ہے۔اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا وہ خداداد زمین اس کے فضل وتوفیق سے آباد ہوتی جاتی ہے۔دو فصل ربیع وخریف کی کاشت کی برکات سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے۔اور سوم فصل ربیع کی برکات درپیش ہے۔اور چہارم فصل خریف کی فصل کا اکثر حصہ ہو چکا ہے۔اس منعم حقیقی ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائے گی۔(اشاعۃ السنہ ص ۹۴، ۹۵ نمبر ۳ جلد ۱۹)

یہاں سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ مولانا بٹالوی کو اقرار نامے پر دستخط کرنے کے دنوں میں انگریزی گورنمنٹ کی مکمل حمایت کی بنیاد پر انعام کے طور پر چار مربع زمین عطا ہوگئی اور مولانا اس میں اتنے منہمک ہوگئے کہ مرزا قادیانی کو بھول گئے اور اشاعۃ السنہ کو بھی موقوف کر دیا۔مرزا قادیانی نے سوچا کہ یہ شخص بھی عجیب ہے کہ اتنا کچھ ملنے کے بعد مجھے بھول گیا ہے۔چنانچہ مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی کو اپنی یاد دلانے کے لیے بار بار اشتہار دیئے۔اور اس میں لکھا کہ مولوی بٹالوی کا ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی اب ضرورت باقی نہیں رہی وہ میرے ہی رَدّ میں جاری تھا اور اب اقرار نامے کی بنیاد پر میرا رَدّ موقوف ہوگیا ہے لہٰذا یہ رسالہ بھی موقوف ہو گیا۔تو اس کے جواب میں مولانا نے یہ تحریر لکھ دی تھی۔

مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا

مولانا بٹالوی اس عنوان سے یوں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لاطائل ہے۔

آگے چلیے!

موقوفی جنگ کا اعلان

مولانا اس عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔اب ہم کو پرانے عیسائیوں ،آریوں (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلے کی ضرورت ہے۔آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے۔تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہیں کریں گے۔آپ سکھوں، آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں۔مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں۔آپ اس عمل کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہے گی۔

اس اعلان پر بھی اس نے سکوت اختیار نہ کیا اور چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہا تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہژدہم کے صفحہ ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے۔

موقوفی جنگ کا دوبارہ عنوان

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔لہذا ہم کو بھی بمجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا ،اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری وانداری، تیراندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ اور ۹ جلد ھذا میں ہو چکی ہے۔لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں۔وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دوکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کے اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں۔اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنہ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں۔خبر لینے دیں۔اپنے مقابلے میں اس کے اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو بھی دیکھ کر اس کا منہ بند نہ ہوا۔تو خدا تعالی نے اس کا شر اور بجق اہل

اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لیے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسدہ کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے۔اور اس ذریعے سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔

اسی سلسلے میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت وعذاب کی دھمکی تھی مشتہر کر دی۔اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداس پور میں پہنچایا۔اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا اس الزام اس کی خلاصی ورہائی تب ہوئی جبکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرار نامہ لکھالیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا۔اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔(تلخیص اشاعۃ السنہ ص ۹۴ تا ۱۰۰ نمبر ۳ جلد ۱۹)

اس سے آگے مولانا بٹالوی نے اس اقرار نامے کو درج کیا ہے جو کہ ہم گزشتہ شمارے میں شائع کر چکے ہیں۔

اقرار نامہ میری منشاء کے مطابق تھا (مولانا بٹالوی)

آگے چلیے!

مولانا بٹالوی مزید اقرار نامے کی وضاحت فرماتے ہیں:

فیصلہ و اقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔اور میں نے اس فیصلے کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے۔جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداس پور میں جا پہنچا تھا۔میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداس پور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ

مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب واحباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ کو گورداس پور میں نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامے پر دستخط نہ کرایا جاتا۔مگر میں جب وہاں پہنچا تو مرزا کو اس کا علم ہوا تو جس وقت مرزا سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا تو اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔جس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا ،اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی عدالت کے کمرہ میں بلایا۔اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کروانا چاہا۔تو میں نے بلا تأمل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔جس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا۔جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا۔جو منقول ہوا۔دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تأمل وتوقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔اور ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔(اشاعۃ السنہ ص ۱۰۴،۱۰۵ نمبر۴ جلد ۱۹)

اس سے آگے مولانا بٹالوی نے (کھسیانی بلی ،کھمبا نوچے) کے مصداق اٹکل پچو کے ساتھ اس تحریر کی صفائی لکھی ہے۔جو کہ ہر پڑھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ عدالت کے اندر جو بات لکھ دی جائے وہی حقیقت ہوتی ہے اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور پھر اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے۔بعد میں آدمی جو مرضی کہتا رہے لیکن عدالت کے باہر اس کی کسی صفائی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

یہاں پر ایک بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ مولانا کو عدالت نے زبردستی دستخط کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔تاکہ کل کلاں کوئی یہ نہ کہہ دے یہ تو زبردستی کے دستخط تھے۔شریعت نے تو اجازت دے رکھی ہے کہ اگر جان خطرے میں ہو تو زبانی طور پر کلمہ کفر کہا جا سکتا ہے۔اس پر پکڑ نہیں۔مگر یہاں پر تو مولانا بٹالوی اپنا اطمینان قلب اور اپنا منشاء اور اپنی خوشی بڑے دھڑلے کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔اور اس کے اوپر دلائل بھی دے رہے ہیں۔مولانا بٹالوی جو یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ میں از خود گورداس پور چلا گیا تھا۔یہ صحیح نہیں ہے میرا خیال ہے یہ ایک مکمل طور پر طے شدہ پروگرام تھا۔جس کے مطابق عمل ہوا۔اس

کی تفصیل ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں اور کچھ آگے بھی آ رہی ہے۔

مرزا سے مباحثہ ترک کرنا

جیسے کہ مولانا اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰۸ میں دفعہ ٦ کے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب رہی دفعہ ٦۔اقرار نامہ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں نہ میرا کوئی مرید نہ پیرو ہے جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات لغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے رُک جاتے۔یا آئندہ رُک جائیں۔مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رُک جاتے۔اس لیے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا،اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر لیا اور اس پر عمل بھی کیا۔کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلے کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفع مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعے اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔

آگے چلیے!

آخر میں مولانا بٹالوی تان اس بات پر توڑتے ہیں:

اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ اس کو میں نے جانے دیا ہے۔اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا اور کس معنی کر چھوڑا۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۰۸، ۱۰۹ نمبر ۴ جلد ۱۹)

یہاں پر یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ مولانا بٹالوی نے نہ صرف خود مرزا کو کافر، کاذب، دجاّل نہ کہنے پر دستخط کیے۔بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اشتہار عام اور پرائیویٹ خطوط کے ذریعے سے اس کا مقابلہ کرنے سے روکا۔پھر اس کے بعد مولانا بٹالوی کے پلّے کیا رہا۔

مشترکہ اقرار نامے کے بعد مولانا بٹالوی کی حالتِ زار

مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس تیزی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلے اپنی علمی

حیثیت کو منوایا تھا مرزا قادیانی کے ساتھ مفاہمانہ معاہدہ کر کے اسی تیزی کے ساتھ انہوں نے اپنی حیثیت کو گرادیا، پھر مولانا بٹالوی کا وہ مقام نہ رہا جو کہ اس سے پہلے اہل علم میں تھا، بلکہ اس کے بعد مختلف اخبارات اور عدالتوں میں مولانا بٹالوی کی طرف سے ایسے ایسے گول مول بیانات اور تحریرات کی اشاعت ہوئی کہ جن سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے ساتھ ہمدردی کے پہلو نکلنا شروع ہوگئے۔ دوسری سب سے اہم بات یہ کہ مرزا قادیانی نے باقاعدہ نبوت کا دعویٰ مولانا بٹالوی سے مفاہمت نامے پر دستخط کے بعد کیا تھا۔ اس سے پہلے تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، جس پر مولانا بٹالوی نے مرزا پر کفر کا فتویٰ تیار کرایا تھا، مگر جب ۱۸۹۹ء میں گورداسپور کی عدالت میں مولانا بٹالوی نے اس اقرار نامے پر دستخط کردیئے جس کی رُو سے مولانا بٹالوی آئندہ مرزا قادیانی کو کافر، کاذب اور دجال نہیں کہیں گے، تو مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی کو قانونی گرفت میں لینے کے بعد راستہ ہموار دیکھ کر باقاعدہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کردیا۔ مولانا بٹالوی کے علاوہ کسی بھی مکفرّ عالم نے مرزا غلام احمد قادیانی سے کفر کا فتویٰ نہ دینے کا معاہدہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی مکفرّ اس پر تیار تھا۔ مولانا بٹالوی چونکہ ہر مقام پر مرزا قادیانی کا تعاقب کرنے میں جلدی کرتے تھے اس لئے مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی سے معاہدے پر دستخط کرواکے ان کو پابند کردیا اور خود آزاد ہوکر نبوت کا باقاعدہ دعویٰ کر بیٹھا۔ اب مولانا بٹالوی کے لئے مسئلہ یہ تھا کہ وہ معاہدے کی رُو سے مرزا کو کافر نہیں کہہ سکتے تھے، اس لئے انہوں نے معنی خیز خاموشی اختیار کرلی۔ اب نہ مناظرے، نہ مباحثے۔ اب مرزا قادیانی اکیلا اپنے نت نئے دعووں کے ساتھ آزد گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ اس وقت کہ متبحر علماء نے اس کو چیلنج دیئے، مگر مرزا قادیانی ان کے سامنے نہ گیا۔ اس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ۱۸۹۹ء میں انگریزی عدالت نے صرف مولانا بٹالوی ہی کو مرزا قادیانی کے متعلق کفر کا فتویٰ دینے سے روکا، حالانکہ اس وقت خاندان علماء لدھیانہ بھی موجود تھا جو کہ نہ صرف شروع ہی سے مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے کا قائل تھا بلکہ مرزا کے قتل کا فتویٰ بھی جاری کئے ہوئے تھا اور اسی قتل کے فتوے سے ڈر کر مرزا قادیانی لدھیانہ جانے سے کتراتا تھا۔

مولانا بٹالوی اس مفاہمانہ معاہدے کے بعد مرزا قادیانی سے اس کی زندگی میں پھر مقابلے پر نہ آئے۔ انہوں نے تو اصولی طور پر مرزا قادیانی کے لئے آزاد راستہ ہموار کردیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہونے کے بعد مولانا بٹالوی کا طرزِ عمل یک دم قادیانیوں کے ساتھ بھی مفاہمانہ ہوگیا تھا۔ اور مختلف حالات اور عدالتوں میں بٹالوی صاحب کے طرزِ عمل سے قادیانیوں کو

تقویت ملی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے جتنے بھی مباحثے اور مناظرے کئے وہ سب کے سب ان دونوں کے ذاتی نوعیت کے تھے۔جب ان دونوں دوستوں میں اختلاف ہوتا تو مناظرے شروع کر دیئے جاتے اور جب اتفاق ہو جاتا تو معنی خیز خاموشی اختیار کر لی جاتی۔یہی وجہ ہے مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہو جانے کے بعد مولانا بٹالوی کے قادیانی جماعت سے اچھے تعلقات ہو گئے۔چنانچہ ہم اس پر چند مثالیں پیش کریں گے جو کہ نہ صرف قادیانیوں کی کتابوں سے ملتی ہیں بلکہ مولانا بٹالوی بھی اپنی تحریرات میں ان کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بٹالوی صاحب پر قادیانیوں کے الزامات

چنانچہ قادیانیوں نے اپنی مختلف کتابوں میں مولانا بٹالوی کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کی ہیں جن سے مولانا بٹالوی کی طرف سے قانیوں سے نہ صرف ہمدردی نظر آتی ہے بلکہ خود انکے اپنے دیئے ہوئے فتوائے کفر کی حیثیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ان کو خود اپنے دیئے گئے فتوائے کفر میں تذبذب نظر آتا ہے۔

مولانا بٹالوی کا چندہ کے لیے قادیانیوں کے پاس جانا

پہلے ہم ایک تمہیدی طور پر ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

کتاب ''مجدد اعظم'' کا مصنف قادیانی مؤرخ ڈاکٹر بشارت لکھتا ہے:

پھر اتنا ہی نہیں اس سے بھی بڑھ کر سنو! مولوی عمر الدین صاحب کے تحریری بیان کا خلاصہ میں یہاں درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔مولوی عمر الدین صاحب لکھتے ہیں:

مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب چندہ جمع کرنے شملہ آئے۔ہماری جماعت احمدیہ شملہ سے بھی چندہ مانگا جب ہم لوگوں نے چندہ دینے سے انکار کیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے تو مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس دینی کام کے لیے چندہ دیا ہے۔اور یہ کام مسلمانوں کے رفاہ عام کا ہے۔تب ہم نے قادیان سے دریافت کیا تو وہاں سے حضرت مولانا نور الدین صاحب نے لکھ بھیجا کہ فرداً فرداً چندہ نہ دیا جائے بحیثیت جماعت چندہ دے دیا جائے۔اس کے دو سال بعد غالباً ۱۹۱۱ء میں مولوی محمد حسین صاحب نے جماعت احمدیہ شملہ کو سنجولی میں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے بلایا اور ہم تمام احمدیوں سے بہت محبت سے ملے سب سے مصافحہ کیا اور بعض کو چھاتی سے بھی لگایا اور وہاں کی مسجد اہلحدیث میں جس میں مولوی صاحب خود بھی نماز پڑھا

کرتے تھے، ہم سب کو نماز با جماعت پڑھنے کی خوشی سے اجازت دی۔ مولوی صاحب موصوف جب مجھ سے معانقہ کرنے لگے تو میں نے کہا کہ مولوی صاحب اب تو آپ بھی کافر ہو گئے، کیونکہ آپ کا فتویٰ یہی تھا کہ احمدیوں سے سلام وکلام کرنے والا بھی کافر ہے اور آج آپ خود مصافحہ و معانقہ کر رہے ہیں؟ تو مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ چپ رہو ایسی باتیں مت کرو، میں تم لوگوں کو کافر نہیں جانتا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے منصف دیوکی نند کی عدالت میں حلفی بیان دیتے ہوئے احمدیوں کی نسبت یہی کہا کہ ''ہم احمدیوں کو کافر نہیں کہتے یعنی مؤمن جانتے ہیں'' اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی محمد حسین صاحب پھر شملہ تشریف لائے تو لکڑ بازار میں مستری محمد اسماعیل صاحب جالندھری کی جو میرے بہنوئی تھے دوکان پر حسب معمول تشریف لائے۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب شملوی اور مستری محمد اسماعیل صاحب موجود تھے۔ بابو محمد یوسف صاحب جو دفتر آب وہوا میں سپریٹنڈنٹ تھے، وہ بھی موجود تھے، بابو محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو کہا کہ مولانا اب تو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو دیکھ لیا ہے اب تو آپ مان لیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ اگر حضرت مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا، مگر وہ تو اب فوت ہو چکے ہیں۔ بابو محمد یوسف صاحب نے کہا کہ مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب ان کے خلیفہ جو موجود ہیں اب آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ نورالدین تو مجھ سے کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ وہ تو میرے برابر بھی نہیں میں اس کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا۔ (مجدد اعظم ص ۶۱۸، ۶۱۹)

ہم اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ یہ غیر مقلدین اور قادیانیوں کا نجی لین دین کا معاملہ ہے۔

قادیانیوں کے مطلق کفر سے انکار

مولانا محمد حسین بٹالوی نے گوجرانوالہ کی عدالت میں یہ بیان دیا کہ قادیانیوں کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں سمجھتا۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت مرزا لکھتا ہے:

'' مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں یعنی ۱۹۱۳ء میں ضلع گوجرانوالہ کے لالہ دیوکی نند صاحب منصف درجہ اوّل کی عدالت میں مقدمہ نمبر ۳۰۰ مسماۃ کریم بی بی بنت محمد الدین لوہار بنام رحمت اللہ ولد عبداللہ قوم لوہار ساکن نظام آباد مدعا علیہ میں مولوی محمد

حسین بٹالوی نے بطور گواہ ایک حلفی بیان دیا جس میں انہوں نے احمدی فرقہ کو مسلمان قرار دیا۔اور صاف اقرار کیا کہ وہ کافر نہیں ہیں۔

عدالتی بیان...... بمطابق اصل

مولانا بٹالوی نے گوجرانوالہ کی عدالت میں جو بیان دیا تھا اس بیان کو بعد میں قادیانیوں کے اخبار ''الفضل قادیان'' نے نقل مطابق اصل کے عنوان سے فروری ۱۹۱۴ء میں شائع کر دیا تھا۔اسی بیان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

نقل مطابق اصل: ہمارے فرقہ اہلحدیث کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری سے ہوا ہے۔اس سے پہلے اس فرقے کا نام مسلمان تھا۔جیسے کہ اور فرقوں کا نام بھی مسلمان تھا۔پہلے کوئی اور فرقہ ہی نہ تھا۔سب فرقے بعد ازاں ہی شروع ہو گئے ہیں۔پہلے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔شیعہ فرقہ بھی ۲۰۰ برس ہجری کے بعد ہی بنا ہے۔شیعہ نام اس واسطے ہوا کہ وہ گروہ علی میں سے اپنے آپ کو کہتے ہیں اور شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں۔شافعی فرقہ محمد بن ادریس شافعی جو اپنے جد شافعی کی طرف منسوب تھا اس کی طرف اس فرقے کو منسوب کرتے ہیں یہ بھی دوسو سال بعد ہوا۔ٹھیک وقت یاد نہیں یہ نہیں کہ ان میں کون کون فرقہ پہلے ہوا۔غالبا شافعی سے پہلے شیعہ فرقہ ہوا تھا،سب سے اوّل فرقہ حنفی اس کے بعد تھوڑے عرصہ میں فرقہ مالکی جو امام مالک کی طرف منسوب ہے۔اس کے بعد فرقہ شافعی ،اس کے بعد فرقہ حنبلی جو امام احمد بن محمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے ہوا۔پہلے تمام اہل اسلام کا ایک ہی مذہب تھا۔اور اس میں امن کا زمانہ تھا اور کوئی کشمکش ان کی باہمی نہ تھی اور قریب زمانہ رسول اللہ ﷺ کے سبب اور اصحاب رسول اللہ کے بعد ان کے تابعین کے سبب امن تھا۔آپس میں ایسا اختلاف نہ تھا کہ جس کے سبب ایک دوسرے کو برا کہے یا مخالفت کرے۔اس کے بعد جب باہمی نفسانیت ہو گئی اور اعتقاد بدعت کے پیدا ہو گئے تو لوگوں نے اپنے اپنے اماموں کی طرف سے ان کو زیادہ تر محبت و اعتقاد تھا۔پیروی اختیار کی اور فرقہ بندی ہو گئی۔یہ سب فرقے قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور یہ سب فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں۔ایک فرقہ احمدی بھی اب

تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔ جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کا کیا ہے یہ فرقہ بھی قرآن کو اور حدیث کو یکساں مانتا ہے۔ ایک فرقہ بابی یا بہائی وہ شیعہ میں سے ایک فرقہ ہے وہ بھی قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ وہ حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں۔ کسی فرقہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا۔

اس بیان کو پڑھ کر اور پھر اس کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کی پیش گوئی کو پڑھ کر بے ساختہ زبان سے سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً نکل جاتا ہے۔ کیونکہ جن فرقوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں احمدی فرقہ بھی ہے۔ اور آپ حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہم ان کو مطلقا کافر نہیں کہتے۔ پیش گوئی میں بھی یہی لفظ ہیں۔ وَرَائَیْتُ کَاَنَّہٗ تَرَکَ قَوْلُ التَّکْفِیْر وَتَابَ یعنی میں نے دیکھا انہوں نے کافر کہنا چھوڑ دیا اور اس سے رجوع کر لیا۔ سو رجوع ظاہر ہے۔ (الفضل قادیان ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء ص ۳ جلد نمبر ۳۵)

جج کے ریمارکس

اس پر کتاب ''مجدد اعظم'' کا قادیانی مصنف لکھتا ہے:

اس شہادت سے عدالت نے جو کچھ سمجھا اور اپنے فیصلہ میں لکھا۔ وہ حسب ذیل ہے۔

اور ایسے ہی مولوی عبدالحکیم صاحب گواہ مدعیہ کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں۔ جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں۔ **مقام غور ہے۔ منصف کی عدالت میں ایک عورت فسخ نکاح کا دعوی دائر کرتی ہے۔ کہ میرا شوہر احمدی ہو گیا ہے اور چونکہ علماء کے نزدیک وہ کافر ہے اور کافر کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ اس لیے فسخ نکاح کر دیا جائے۔ اس کی طرف سے علماء گواہی میں پیش ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالحکیم احمدیوں کو کافر بتاتے ہیں۔ مگر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب احمدیوں کو کافر نہیں قرار دیتے۔ بلکہ صاف لفظوں میں اپنے حلفی بیان میں یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہیں۔** (مجدد اعظم ص ۶۱۷، ۶۱۸)

(اس کے متعلق مولانا بٹالوی کا موقف آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ

بن ابی سلیمان الکوفی

استاذ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

عراق:

ملک عراق اپنی تاریخی وجغرافیائی حیثیت کے اعتبار سے انتہائی اہم ملک ہے، ایک دور میں یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا مرکز تھا۔ یہیں جناب ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جناب یونس علیہ السلام اسی میں فریضۂ رسالت ادا کرتے رہے۔ بابل ونینوی اور جبلِ جودی اسی میں واقع ہیں۔

کوفہ:

اسی ملکِ عراق کا ایک مشہور شہر کوفہ ہے، صحیح روایات کے مطابق یہ شہر حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں آباد کیا تھا، اس شہر کے آباد ہونے کے بعد بڑی تعداد میں جلیل القدر صحابہ کرام یہاں تشریف لائے۔

علامہ ابن سعدؒ (م:۲۳۰ھ) فرماتے ہیں:

''ستر بدری اور تین سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے''۔

حافظ ابوبشر دولابی حنفیؒ (م:۳۱۰ھ) حضرت قتادہؒ سے جن کا شمار تابعین میں ہے بسند ناقل ہیں۔

''آنحضرت ﷺ صحابہؓ میں سے ایک ہزار پچاس افراد اور چوبیس وہ بزرگ جو غزوہ بدر میں آپ کے ہمرکاب رہے تھے کوفہ میں آکر فروکش ہوئے تھے''۔

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلیؒ (م:۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ ''کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابۂ کرامؓ آکر اترے''۔

علامہ زاہد الکوثریؒ (م:۱۳۷۱ھ) نے ''نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ'' میں کوفہ کا تعارف کروایا ہے معمولی تصرف کے ساتھ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

''فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عراق کو فتح کیا تو فاروق اعظمؓ نے کوفہ کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ ۱۷ھ میں کوفہ تعمیر کیا گیا، اس کے اطراف وجوانب میں فصحائے عرب آباد کیے گئے حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کو قرآن پاک اور مسائلِ دینیہ کی تعلیم کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا، آپ نے اہلِ کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا'' قد آثرتکم بعبداللہ علی نفسی ''ابن مسعودؓ کی مجھے یہاں ضرورت تھی، لیکن تمہاری ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے ان کو بھیج رہا ہوں۔

اس سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی صحابۂ کرام کے درمیان جو قدر و منزلت ہے وہ ظاہر ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسی شخصیت بھی آپ کی علمی فقاہت اور بیدار مغزی سے بے نیاز نہیں تھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بناءِ کوفہ سے لے کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دور تک اہلِ کوفہ کو قرآن پاک اور مسائلِ فقہیہ کی تعلیم دینے میں مشغول رہے یہاں تک کہ کوفہ قراء اور فقہاءِ محدثین سے بھر گیا، آپ کی اس جدوجہد اور کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ بقول بعض ثقہ علماء کے اس شہر میں چار ہزار عُلماء پیدا ہوگئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ اس کارِ خیر میں متعدد جلیل القدر صحابۂ کرام مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حذیفہ بن یمانؓ، عمار بن یاسرؓ، سلمان فارسیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، رضی اللہ عنہم بھی شریک رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جب کوفہ منتقل ہوئے تو اس شہر کے فقہاء کی کثرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:'' رحم الله ابن ام عبد قد ملاء هذه القرية علما ''اللہ تعالیٰ ابنِ مسعودؓ کا بھلا کرے اُنہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا (ابوبکر عتیق بن داؤ دیمانی کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کا کوفہ میں ورود ہوا یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عبداللہ مسعودؓ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں مصروف تھے، جنابِ امیر نے مسجد کوفہ میں آکر دیکھا تو چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلباء کتابتِ علم میں مصروف تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

''لقد ترك ابن ام عبد يعني ابن مسعود رضي الله عنه ، هولا سرج الكوفة''

بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کوفہ کے علمی چراغ بنا کر چھوڑا ہے

باب مدینۃ العلم یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی علم کی طرف توجہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھی ۔ لہٰذا آپ بھی اہلِ کوفہ کی تعلیم و تربیت میں لگ گئے اور اس طرح کوفہ کا یہ حال ہو گیا کہ فقہاء و محدثین نیز قُرّاء و ادباء کی کثرت اسلامی شہروں میں سے کوئی شہر بھی کوفہ کے پایہ کا نہ رہا......ہم یہاں حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چند شاگردوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

☆اسی کوفہ میں عبیدہ بن قیس سلمانیؒ (م:۷۶ھ) رہتے تھے یہ ایسی ہستی ہیں کہ اگر قاضی شریحؒ جیسی شخصیت کو کسی فیصلے میں دُشواری پیش آتی تو باوجود کمالِ علمی کے عبیدہؓ سے مشورہ کرتے تھے۔

☆اسی شہر میں عمرو بن میمون اَوْدِیؒ (م:۷۴ھ) رہتے تھے آپ حضرت معاذ بن جبلؓ کے قدیم شاگردوں میں سے تھے سو مرتبہ حج وعمرہ کی سعادت سے مشرف ہو چکے تھے۔

☆ یہیں ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمیؒ (م:۷۴ھ) رہتے تھے، آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور زید بن ثابتؓ سے قراءت حاصل کی تھی آپ نے اہلِ کوفہ کو تعلیمِ قرآن سے بہرہ ور کرنے کے لیے اپنے آپ کو دنیوی کاموں سے فارغ کر لیا تھا اور مسلسل چالیس سال تک جامع مسجد کوفہ میں تعلیم قرآن دیتے رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے آپ ہی سے قراءت سیکھی تھی۔

☆اسی شہر کوفہ میں سوید بن غفلہ (م:۷۲ھ) کا قیام بھی اسی شہر میں تھا، آپ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو درداء، حضرت عمر، حضرت زید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں ''جس چیز کا مجھے علم ہے اس چیز کا علقمہ کو بھی علم ہے''۔ محدث رامہرمزی نے اپنی کتاب ''المحدث الفاصل'' میں قابوس بن طیبان سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس جایا کرتے ہیں؟ فرمایا جانِ پدر میں خود ان کے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو مسائل دریافت کرنے کے لئے آتے جاتے دیکھتا ہوں۔

☆یہیں مسروق ابن الاجدع (م:۶۳ھ) کا قیام تھا۔

☆ اسی شہر میں اسود بن یزید (م:۷۴ھ) رہتے تھے، آپ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت بلال بن رباح، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ کرم کے شاگرد تھے، اسی مرتبہ حج وعمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔

☆ قاضی شریحؒ (م:۸۰ھ) یہاں کے مشہور قاضی رہ چکے ہیں، آپ دورِ فاروقی میں عہدۂ قضاہ فائز ہوئے ہیں اور حجاج بن یوسف کے زمانے تک مسلسل ۶۲ برس قاضی رہے ہیں، آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے تھے "قم یا شریح فانت اقضی العرب" شریح اٹھو! اور فیصلہ کرو کیونکہ تم عرب میں سب سے بڑھ کر قاضی ہو۔

☆ اسی شہر میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (م:۷۳ھ) رہا کرتے تھے، آپ ایک سو بیس صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف تھے۔

☆ سعید بن جبیرؒ (م:۹۵ھ) یہاں ایسے تھے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کوفہ کا کوئی آدمی مسئلہ دریافت کرتا تو فرماتے "کیا تمہارے یہاں سعید بن جبیر نہ تھے جو یہاں دریافت کرنے آئے"۔

☆ اسی کوفہ کے رہنے والے حضرت ابراہیم بن یزید نخعیؒ (م:۹۵ھ) بھی تھے آپ حضرت عائشہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف تھے، اپنے بچپن میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، (اگر کوئی حضرت سعید بن جبیرؓ سے مسئلہ پوچھتا تو فرماتے تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، حالانکہ ابراہیم نخعی جیسے صاحبِ علم تم میں موجود ہیں)

☆ اسی کوفہ میں میں مشہور تابعی امام شعبیؒ رہتے تھے (آپ پانچ سو صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف تھے) آپ جب مغازی بیان کر رہے ہوتے تو آپ کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے" باوجودیکہ ہم غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے، لیکن ان مغازی کی یادداشت جتنی ان کو ہے، ہم کو نہیں"۔

☆ اس دور کے بعد ان حضرات کے شاگردوں کا زمانہ آتا ہے، ان کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز تھی، ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ "دیر جماجم" میں حجاج سے جنگ کرنے کے لیے تنہا عبدالرحمٰن

بن اشعث کے ساتھ چار ہزار کی تعداد میں جلیل القدر قراء فقہاء تابعین تھے......

ابو محمد رامہرمزی ''المحدث الفاصل'' میں علامہ ابن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں کوفہ پہنچا تو اس وقت وہاں چار ہزار محدثین اور چار سو فقہاء موجود تھے۔عفان بن مسلمؒ (امام بخاریؒ کے استاذ) سے روایت ہے کہ جب ہم کوفہ پہنچے تو وہاں ہم نے چار ماہ قیام کیا، حدیث کا وہاں اس قدر چرچا تھا کہ اگر ہم حدیثیں لکھنا چاہتے تو ایک لاکھ حدیثیں لکھ سکتے تھے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار پر اکتفاء کیا۔

پھر کسی سے اِملا کے علاوہ راضی نہیں ہوئے سوائے شریکؒ کے کہ انہوں نے ہم سے اِنکار کر دیا، اور ہم نے کوفہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے''۔

☆ قراءِ سبعہ میں سے تین قاری، عاصم، حمزہ اور کسائی تینوں کوفی ہیں۔

☆ فن حدیث کی تبویب سب سے پہلے کوفہ میں ہوئی، صحیح احادیث کا مجموعہ بھی سب سے پہلے یہیں مرتب ہوا۔

☆ عربیت اور نحو کی تدوین بھی بصرہ کے ساتھ کوفہ میں ہوئی۔

☆ فقہ کے متعلق تو پوچھنا ہی کیا، امام ابو حنیفہؒ نے اس کو'' معدن العلم والفقه '' کا لقب دیا ہے۔

☆ سفیان بن عینیہؒ فرمایا کرتے تھے:

''من اراد المغازی فالمدينة ومن اراد المناسك فمكة ومن اراد الفقه فالكوفة''۔

مغازی کے لیے مدینہ طیبہ، مناسک کے لئے مکہ مکرمہ اور فقہ کے لیے کوفہ ہے۔

☆ فقہ حنفی جس پر بارہ سو برس سے اسلامی دنیا کا تقریباً دوثلث حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے اس کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔

☆ علامہ نووی شافعیؒ (م:٦٧٦ھ) اسے ''دار الفضل ومحل الفضلاءِ'' فضیلت کا گھر اور فضلاء کا محل قرار دیتے ہیں۔

☆ صاحبِ قاموس علامہ مجد الدین فروزآبادیؒ اسے'' قبة الاسلام ودار هجرة المسلمین'' اسلام کا قبہ اور مسلمانوں کی جائے ہجرت لکھتے ہیں۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا، چار سال تک آپ کا یہاں قیام رہا اور آپ کے بیشتر فیصلے یہیں صادر ہوئے۔

☆ حضرت امام بخاریؒ (م: ۲۵۶ھ) نے طلبِ حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا، دو دفعہ جزیرہ گئے، چار دفعہ بصرہ جانا ہوا، چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

''کم احصی کم دخلت الی الکوفة و بغداد مع المحدثین''میں شمار بھی نہیں کرسکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔

اس مرکز اسلام میں ...... جو صدیوں تک علومِ اسلامیہ کا دار العلوم بنا رہا اور جو عہدِ مرتضوی سے لے کر بغداد کے تعمیر ہونے تک وسعتِ علم اور کثرتِ حدیث میں تمام بلادِ اسلامیہ میں ممتاز رہا...... ایک بہت بڑے محدثِ وفقیہ گزرے ہیں جن کا نام نامی حمّاد ہے۔ آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، اپنے زمانے میں کوفہ کے رؤساءِ عظام اور فقہاءِ بے مثل میں شمار ہوتے تھے۔

اُوپر جو شہر کوفہ کی خصوصیات اور اس کے امتیازات ذکر کیے گئے ہیں وہ درحقیقت حضرت حمادؒ کے تذکرہ کی تمہید کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں، کیونکہ حضرت حمادؒ کوفہ کے رہنے والے تھے، ہمارا اِرادہ ہے کہ آپ کے حالات جو کتبِ ''اسماء الرجال'' میں بکھرے ہوئے ہیں اُنہیں یکجا کر کے نذرِ قارئین کیا جائے، لہٰذا اب آپ امام حمادؒ کے تفصیلی حالات ملاحظہ فرمائیں۔

نام ونسب

آپ کا نام حماد ہے، والد کا نام مسلم ہے، مسلم اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت ابوسلیمان سے مشہور ہیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔

''حماد بن مسلم بن یزید بن عمرو''

آپ کے آباءواجداد اصفہان کے شمالی علاقے برخوار کے رہنے والے تھے

ابوشیخ انصاریؒ (م: ۳۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فارس، اصطخر اور اصفہان وغیرہ کی مہمات پر روانہ فرمایا، چنانچہ آپ نے یہ علاقے فتح کر لئے، مسلم بن یزید (حضرت حماد کے والد) آپ پاس

چلے آئے اور آپ کے دستِ حق پر اسلام قبول کرلیا، آپ اصفہان کے بادشاہ اور منتظم الامور کے صاحبزادے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے آئے، مسلم بن یزید، نے آپ کے سامنے اپنے اسلام کا اِعادہ کیا، آپ نے مسلم بن یزید کو کوفہ میں خطہ الاٹ کر دیا وہ خطہ آج تک آپ کی اولاد کے پاس باقی چلا آرہا ہے"۔

ابونعیم اصفہانی (م: ۴۳۰ھ) کا کہنا ہے کہ

"حماد اصفہان کے علاقے برخوار سے قید کر کے لائے گئے تھے، آپ کے والد نے حضرت موسیٰ اشعریؓ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔

حماد: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ابراہیم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، اور حماد کے والد ابو سلیمان اُن دس غلاموں میں سے تھے جو حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ہدیے میں دیے تھے"۔

یہ دونوں باتیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں ان میں سے کون سی صحیح ہے کون سی غلط ہے اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ امام حماد کے جو اوصاف وکمالات کتابوں میں مذکور ہیں ان سے ابوشیخ انصاریؒ کی بات راجح معلوم ہوتی ہے، لیکن اکثر مورخین نے دوسری بات ہی ذکر کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ابونعیم کی بات راجح ہے تاہم اس سے امام حمادؒ کی جلالتِ قدر میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی، کیونکہ اس زمانے پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے اس زمانے کے بڑے بڑے نامور محدث وفقیہ موالی (آزاد شدہ غلام) تھے، اس موقع پر ایک واقعہ یاد آیا جو علامہ ابن عبدربہ نے اپنی کتاب "العقد الفرید" میں لکھا ہے قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا جاتا ہے، گوکہ اس واقعہ سے ابونعیم کی بات کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، علامہ ابن عبدربہ اپنی مشہور کتاب "العقد الفریدز" میں رقم طراز ہیں:

"ابن ابی لیلیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان سے دریافت کیا فقیہ بصرہ کون تھے؟ یہ عیسیٰ بڑے متعصب مذہبی آدمی تھے، میں نے جواباً کہا حسن بن ابی الحسن، اس نے کہا وہ کون؟ میں نے کہا موالی (آزاد کردہ غلام) وہ بولے، فقیہِ مکہ کون تھے؟ میں نے کہا: عطاء بن ابی رباحؒ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ اور سلیمان بن یسارؒ اس نے کہا وہ کون تھے؟ میں نے کہا: موالی، وہ بولا فقہاءِ

مدینہ کون تھے؟ میں نے کہا: زید بن اسلمؒ، محمد بن المنکدرؒ اور نافع بن ابی نجیح، بولا یہ کن دیار وامصار کے باشندے ہیں؟ میں نے کہا موالی، وہ غصہ سے سرخ ہوگیا، پھر پوچھا، اہلِ قباء میں سب سے بڑا فقیہ کون تھا؟ میں نے کہا: ربیعہ رائےؒ اور ابن ابی الزنادؒ، اس نے دریافت کیا، وہ کون تھے؟ میں نے کہا: موالی، اُس کا چہرہ متغیر ہوگیا، پھر پوچھا، فقیہِ یمن کون تھے؟ میں نے طاؤس اُن کے صاحبزادے اور ابن منبہؒ، پوچھا وہ کون تھے؟ میں نے کہا، موالی، اس کی رگیں پھول گئیں، اور تن کر کھڑا ہوگیا۔ پھر پوچھا فقیہِ خراسان کون تھے؟ میں نے کہا عطاء بن عبداللہ خراسانی، پوچھا عطاء کون تھے؟ میں نے جواب دیا وہ مولیٰ تھے، اس کے چہرے کا مٹیالا پن اور بڑھ گیا اور اس پر ایسی سیاہی چھا گئی کہ میں ڈر گیا پھر پوچھا: فیقہِ شام کون تھے؟ میں کہا مکحولؒ، بولا مکحول کون تھے؟ میں نے کہا مولیٰ، اس نے سرد آہ بھری اور کہا: فقیہ کوفہ کون تھے؟ بخدا، اگر میں اس سے خائف نہ ہوگیا ہوتا تو کہتا حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمانؒ (یہ بھی موالی تھے) مگر مجھے اس میں شر کے آثار نظر آئے اور میں نے کہا: ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ اس نے کہا وہ کون تھے؟ میں کہا عربی، اس نے بے ساختہ نعرۂ تکبیر لگایا اور اسے اطمینان کا سانس نصیب ہوا''۔

لگے ہاتھ اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں یہ واقعہ حضرت عطاء بن عبداللہ خراسائیؒ اور ہشام بن عبدالملک اموی کے درمیان پیش آیا تھا۔

''حضرت عطاء فرماتے ہیں میں رصافہ میں ہشام بن عبدالملک سے ملا، ہشام نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا! آپ کو مختلف شہروں کے علماء کا کچھ حال معلوم ہے؟ میں نے کہا، کیوں نہیں ...... پوچھا اہلِ مدینہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، بولا: اہلِ مکہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا، عطاء بن ابی رباح، اس نے پوچھا وہ عربی ہیں یا مولیٰ (عجمی) میں نے کہا مولیٰ، پھر دریافت کیا! اہلِ یمن کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا طاؤس بن کیسانؒ پوچھا مولیٰ ہیں یا عربی: میں نے کہا مولیٰ، پوچھا اہلِ یمامہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں کہا یحییٰ بن کثیرؒ، پوچھا مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ، بولا: اہل شام کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے جواباً کہا: مکحولؒ، پوچھا مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ، کہنے لگا: اہل جزیرہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا میمون بن مہرانؒ، بولا مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ پوچھا اہل خراسان کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا ضحاک بن مزاحمؒ پوچھا مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ، پوچھا اہلِ

بصرہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا حسن اور ابن سیرین، کہا وہ دونوں مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ ہیں، دریافت کیا اہلِ کوفہ کے فقیہ کون ہیں؟ میں نے کہا ابراہیم نخعیؒ، پوچھا مولیٰ ہیں یا عربی؟ میں نے کہا عربی، ہشام کہنے لگا میرا خیال تھا کہ میری جان نکل جائیگی، اور کسی عربی کا نام تمہاری زبان پر نہیں آئیگا''۔

اساتذہ کرام

امام حماد کے اساتذہ میں سرِ فہرست حضرت انسؓ ہیں، ان کے علاوہ آپ نے بڑے بڑے جلیل القدر تابعین سے فیض پایا ہے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (م:۱۱۰ھ)، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

''آپ علم کا سمندر، فیقہ النفس، کبیر الشان عدیم النظیر اور بلیغ التذکیر تھے''۔

(۲) حضرت زید بن وہب جہنیؒ (م: قریب ۹۶ھ)، آپ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے شاگردِ رشید تھے۔

(۳) حضرت سعید بن جبیرؒ (م:۹۵ھ)، آپ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے، ظالم حجاج بن یوسف نے آپ کو شہید کروادیا تھا۔

(۴) حضرت سعید بن مسیبؒ (م:۹۴ھ)، آپ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگردِ خاص اور آپ کے داماد تھے۔ امام ذہبیؒ آپ کو ''شیخ الاسلام'' لکھتے ہیں۔ علی بن مدینیؒ کا کہنا ہے کہ

''تابعین میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں جانتا''۔

(۵) حضرت ابووائل شقیق بن سلمہؒ (م:۸۲ھ)، آپ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں، صرف دو مہینے میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔

(۶) حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ (م:۱۰۳ھ)، آپ پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف اور جلیل القدر صحابہ کرام کے شاگرد تھے، دورِ صحابہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے، امام ذہبیؒ آپ کو ''علامۃ التابعین'' تحریر فرماتے ہیں۔

(۷) حضرت عبداللہ بن بریدہؒ (م:۱۱۵ھ)، اپنے والد حضرت بریدہ، حضرت عائشہ، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ملاقات کی ہے۔ آپ مرو کے قاضی اور خراسان کے عالم تھے۔

(۸) عبدالرحمٰن بن سعد: مولیٰ آلِ عمر (م:)

(۹) عکرمہ: مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہم (م:۱۰۷ھ)، آپ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال ہوا کہ آپ اپنے سے بڑا عالم جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں عکرمہ ہیں۔ قرۃ بن خالد کہتے ہیں کہ عکرمہ بصرہ تشریف لاتے تو خواجہ حسن بصریؒ تفسیر بیان کرنے سے رُک جاتے تھے۔

(۱۰) حضرت ابراہیم بن یزید نخعیؒ (م:۹۵ھ)، آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی زیارت کی ہے۔ بچپن میں آپ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ امام شعبیؒ نے آپ کی وفات کے بعد فرمایا کہ ابراہیم نے اپنے سے بڑا عالم اور فقیہ کوئی نہیں چھوڑا، لوگوں نے کہا کہ کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی نہیں؟ تو امام شعبیؒ نے فرمایا کہ نہ صرف حسن بصری اور ابن سیرین بلکہ اہلِ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں بھی کوئی نہیں۔

حضرت حماد کے اساتذہ کی یہ فہرست علامہ مزّی (م:۷۴۲ھ) نے ''تہذیب الکمال'' میں دی ہے، اس فہرست سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس شخصیت کے اَساتذہ اس پائے کے ہوں اس کے علم وعرفان کا کیا حال ہوگا؟ حضرت حمادؒ نے اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ استفادہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے کیا ہے، جب تک وہ زندہ رہے حضرت حمادؒ ان سے استفادہ کرتے رہے۔

ابوشیخ انصاریؒ نے آپ کے زمانۂ طالب علمی کا ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

''ایک دن حضرت ابرہیم نخعیؒ نے حمادؒ کو ایک درہم کا گوشت لانے کے لئے بازار بھیجا، زنبیل ان کے

ہاتھ میں تھی، اُدھر سے کہیں اُن کے والد گھوڑے پر سوار آرہے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر اُنہوں نے حماد کو ڈانٹا اور زنبیل لے کر ہاتھ سے پھینک دی۔ جب حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات ہوگئی تو حدیث کے طلبہ اُن کے والد (ابوسلیمان مسلم بن یزید) کے دروازے پر آئے اور دستک دی یہ چراغ لے کر باہر نکلے تو اُن طلبہ نے کہا ہمیں آپ کی ضرورت نہیں آپ کے فرزند کی ضرورت حمادؒ کی ضرورت ہے، یہ خفیف ہوکر اندر تشریف لے آئے اور حمادؒ سے کہا جاؤ بھئی باہر جاؤ، اب مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ مقام تمہیں ابراہیم کی زنبیل کی بدولت ہی نصیب ہوا ہے"۔

استاذ کی خدمت کے صلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ شریعت اور فقاہت فی الدین سے نوازا اور آپ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ شمار ہونے لگے، چناچہ علامہ ذہبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وھو انبل اصحابه وافقههم واقیسهم وابصرهم بالمناظرة والرای"

آپ حضرت ابراہیمؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ ذکی وذہین، سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور مناظرے اور رائے میں سب سے زیادہ بصیرت ومہارت رکھنے والے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کی صحبت سے آپ کی علمی استعداد اور صلاحیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ اُن کی زندگی ہی میں فتوے دینے لگے تھے۔

چنانچہ حضرت حمادؒ کے ایک ہم سبق حضرت مغیرہ بن مقسم کو آپ کے فتوے دینے پر تعجب ہوا تو اپنے استاذ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا:" ان حمادا قد قعد یفتی "کہ حمادؒ تو فتوے دینے لگے ،اُستاذِ مکرم حضرت ابراہی نخعیؒ نے فرمایا:

"وما یمنعه ان یفتی وقد سالنی ھو وحده عمالم تسالونی کلکم عن عشره "

اس میں تعجب کی کیا بات ہے، آخر فتوے دینے سے کون سی چیز مانع ہے؟ حماد نے تن تنہا مجھ سے اس قدر مسائل دریافت کیے کہ تم سب نے مل کر بھی ان کے دسویں حصے کے برابر بھی مسائل دریافت نہیں کیے۔

''جن دنوں آپ حجاج بن یوسف کی ایذاءرسانی کی وجہ سے روپوش تھے ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا''علیکم بحماد فانہٗ قد سالنی عن جمیع ماسالنی عنہ الناس ''،تحصیل علم کے لیے حماد کو لازم پکڑلو، کیونکہ مجھ سے وہ تمام مسائل دریافت کرچکے ہیں جن کے متعلق لوگ مجھ سے استفسار کیا کرتے تھے''۔

ابن ادریس فرماتے ہیں کہ ہمیں ابواسحٰق شیبانی نے عبدالملک بن ایاس شیبانی سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے دریافت کیا کہ ہم آپ کے بعد کس سے مسائل دریافت کریں؟

آپ نے فرمایا حمادؒ سے، ابن ادریس کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی ابو اسحٰق شیبانی امام حمادؒ کا تذکرہ کرتے تو ان کی خوب تعریف کرتے''۔

امام حمادؒ کا حلقۂ درس

حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد امام حمادؒ آپ کے جانشین بنے اور آپ کی مسندِ درس کو سنبھالا، عقیلی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:

''حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد کوفہ کے پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کیے، ان میں عمرو بن قیس بھی تھے اور یہ رقم لے کر حکم بن عتیبہ کے پاس آئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی فرمائیں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے اہلِ علم کی ضروریات کا تکفل پیشِ نظر ہوگا)

اُنھوں نے انکار کردیا، یہ لوگ پھر حضرت حمادؒ کی خدمت میں پہنچے اور وہی گزارش کی آپ نے اس کو قبول کرلیا''۔

امام حمادؒ نے جب حدیث وفقہ کی تعلیم دینی شروع کی تو آپ کے حلقۂ درس میں جوق درجوق تشنگانِ علم آکر شریک ہونے لگے اور آپ کی ذات مرجع العلماء بن گئی۔

یوسف بن تغری الاتابکی (م:۸۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''وھو اول من حلق حلقة للاشتعال''

حماد بن ابی سلیمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمی اشتغال کے لیے حلقۂ درس قائم کیا۔

نفاق اور منافقین کی مذمت

﴿ان المنفقين يخدعون الله وهو خادعهم ، واذا قاموا الى الصلوٰة قاموا كسالى يرآءون الناس ولا يذكرون الله الا قليلا . مذبذبين بين ذلك ، لآ الا هٰوء ولآالى هولآ ، ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلا﴾[سورۃ النساء: آیت:۱۴۲،۱۴۳]

ترجمہ: ”بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کررہے ہیں اوروہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے،اورجب نمازکوکھڑے ہوتے ہیں توبڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔صرف لوگوں کودکھاتے ہیں اوریادالٰہی تویونہی برائے نام کرتے ہیں،وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگارہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طورپران کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے توتواس کے لیے کوئی راہ نہیں پائے گا۔“

تشریح: کم سمجھ منافق اس خداکے سامنے چالیں چلتے ہیں جوسینوں میں چھپی ہوئی باتوں اوردل کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے،کم فہمی سے یہ خیال کربیٹھے ہیں کہ جس طرح ان کا نفاق دنیا میں چل گیااورمسلمانوں میں ملے جلے رہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بھی یہ مکاری چل جائے گی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ لوگ خداکے سامنے اپنی یک رنگی کی قسمیں کھائیں گے جیسے یہاں کھاتے ہیں،لیکن اس عالم الغیب کے سامنے یہ ناکارہ قسمیں ہرگزکارآمدنہیں ہوسکتیں۔اللہ تعالیٰ بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہاہے، وہ ڈھیل دیتاہے، بڑھوتری دیتاہے، یہ پھولتے ہیں،خوش ہوتے ہیں اوراپنے لیے اسے اچھائی سمجھتے ہیں۔

قیامت کے دن بھی ان کا یہی حال ہوگا،مسلمانوں کے نورکے سہارے میں ہوں گے،وہ آگے نکل جائیں گے،آوازیں دیں گے کہ ٹھہرو!ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں،جواب ملے گاکہ پیچھے مڑجاؤاورروشنی تلاش کرلاؤ، یہ مڑیں گے، ادھرحجاب حائل ہوجائے گا،مسلمانوں کی جانب رحمت اوران کی زحمت۔حدیث شریف میں ہے،جوسنائے گااللہ اسے بھی سنائے گا۔جوریاکاری کرے گااللہ

اسے بھی دکھائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہونگے کہ بظاہر لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرمائے گا انہیں جنت میں لے جاؤ، فرشتے لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر ان منافقوں کی بدذوقی کی کا بیان ہو رہا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولی اور دلچسپی سے ادا کرنا انہیں نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان، سچا یقین ان میں ہے ہی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ تھکے ہارے ہوئے بدن کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے

اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں۔ رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، نمازی مشہور ہونے لیے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بھلا ان صنم آشنا دِل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟

اور فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر خدا تعالیٰ کے کان ہیں، اس کی طلب پوری کرنے کو خدا تیار ہے،

یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگدلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے لیے نماز کے لیے آئے۔ پھر اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں۔ رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، نمازی مشہور ہونے لیے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بھلا ان صنم آشنا دِل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں، مثلاً عشاء کی نماز اور فجر کی نماز۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے۔ اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آتے، میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو۔ ایک روایت میں ہے، خدا کی قسم!

اگرانہیں ایک چرب ہڈی یادواچھے کھر ملنے کی امید ہوتو دوڑے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور خدا کے ثوابوں کی انہیں اتنی قدر نہیں، اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔

ابویعلی میں ہے، حضورﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کی موجودگی میں تو نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے، یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا، یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت کم کرتے ہیں، یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں بلکہ غافل دل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں، یہ نماز منافق کی نماز ہے، یہ نماز منافق کی ہے، یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کی طرف دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا اور شیطان نے اپنے دونوں سینگ اس کے اردگرد لگا دیئے تو یہ کھڑا ہوا اور جلدی جلدی چار رکعتیں پڑھ لیں جن میں خدا کا ذکر برائے نام ہی کیا۔[مسلم وغیرہ]

یہ منافق متحیر ششدر و پریشان حال ہیں، ایمان وکفر کے درمیان ان کا دل ڈانواڈول ہو رہا ہے، نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہی ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ، کبھی نورِ ایمان چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے، کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آگئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے، نہ تو حضورﷺ کے صحابہؓ کی طرف ہیں، نہ یہودیوں کی جانب۔ رسول مقبولﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے دو ریوڑ کے درمیان کی بکری کہ کبھی تو وہ مَیں مَیں کرتی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے کبھی اس طرف۔ اس کے نزدیک ابھی یہ طے نہیں ہوا کہ اس میں جائے یا اس کے پیچھے لگے۔

مؤمن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے، ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا، دوسرا اتر کر پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا، تیسرا اتر چلا، جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا، کہا ادھر واپس آ، واپس چلا آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آجاؤ! نجات کے ساتھ منزلِ مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ، آدھا راستہ طے کر چکے ہو۔ اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے۔ مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی، غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے، کنارے کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے۔

شذرات

نماز میں دل نہ لگنے کی شکایت

شکایت عام ہے کہ نماز میں دل نہیں لگتا لیکن جب آدمی عدالت میں حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو گھر کی بے سروسامانی، بچوں کی بیماریاں اور بازار سے سودا سلف لانے کا خیال بھی نہیں آتا، اگر کوئی ان چیزوں کو یاد بھی دلائے کہ تو آدمی کہتا ہے کہ یہاں تو جان و مال اور عزت و آبرو کی پڑی ہے، تم ان باتوں کا یاد دلاتے ہو۔ بڑے نقصان کے سامنے چھوٹا نقصان نہیں۔

بلبلو گل رہے، رہے نہ رہے　　　ہم کو غم ہے چمن کے جانے کا

ہزاروں آدمی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، عدالت میں جا کر اس کا تماشہ دیکھو، پچاسوں خط آتے ہیں، لیکن ایک میں بھی یہ فرمائش نہیں ہوتی کہ دعا کیجئے کہ جب میں حاکم کے سامنے کھڑا ہوں تو دوسرے خیال نہ آئیں، لیکن جب احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہوتے ہو تو پھر غیر کا خیال کیسے آتا ہے؟

مولانا شاہ محمد یعقوب بھوپالیؒ

طب اور فلکیات کے مطالعہ سے خدا کی معرفت اور حقائق

مولانا شاہ محمد یعقوب بھوپالیؒ فرماتے ہیں

مجھے طب اور فلکیات کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرنے اور اس کی نشانیوں کو سمجھنے میں سب سے زیادہ مدد ملی، اتنی کسی علم سے نہیں ملی، میں نے طبی اصولوں سے بڑے بڑے نتائج نکالے، اور سبق حاصل کئے، ایک مثال دیتا ہوں، ہلیلہ، بلیلہ، آملہ وغیرہ ان سب کو سالم ایک جگہ رکھ دیجئے مہینوں ساتھ رہیں گے، ان میں سے کوئی دوسرے کی تاثیر قبول نہیں کریگا، جب تک یہ سب الگ الگ منہ بنائے ہوئے رہیں گے، ان کے پاس رہنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ سب کا مزاج الگ الگ، سب کی تاثیر علیحدہ علیحدہ، اب اس کی ترکیب یہ ہے کہ ان سب کو کوٹ کر باریک کیا جائے

، بڑائی مغائرت ہے، سب کو توڑ کر باریک کر لینے سے یہ بڑائی ختم ہو جاتی ہے اور یہ سب یک ذات ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وہ ہاون دستہ تلاش کیجیے، جس میں امت کے تمام افراد کو کوٹ کر باریک کیا جاتا ہے اور ہر ایک کی ''انا ختم ہو جاتی ہے، سب کٹ کٹا کر، پس پسا کر ایک مرکب سفوف بن جاتے ہیں، یہ ہاون دستہ کیا ہے، حوادث اور مصائب اور امتحانات کا ہاون دستہ،

دیکھئے قرآن شریف میں آتا ہے:

''ولنبلونکه بشئی ء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ''

(اور ہم ضرور آزمائیں گے تم کو کچھ ڈر، کچھ بھوک اور جان ومال نیز پیداوار میں کچھ کمی سے)

اب اس کے بعد وہ معجون تیار ہوگی جس میں کوئی جز علیحدہ نہیں، لیکن ابھی پھر ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ فعل انفعال کا واسطہ ہے،

یعنی وہ چیز جس کے ذریعے ایک جز دوسرے جز میں اثر انداز ہو، اور مزاجوں میں تداخل پیدا ہو، طبی اصول کے مطابق وہ چاشنی ہے کو واسطہ کا کام دیتی ہے، مگر یہ چاشنی بھی ایک تناسب سے ہونی چاہیے۔ وہ حد سے نہ بڑھ جائے ورنہ مضر ہوگی اور معجون کو بدمزہ کر دے گی۔

پھر اس کو ایک مدت تک گرم رکھا جاتا ہے، اب اس کا نام معجون ہوا، اس پر'' ان ھذہ امتکم امة واحدة '' کا لیبل لگایا جاتا ہے، اسی کے لیے ہے

''یداللہ علی الجماعة ''اب افراد کثیرہ نے ایک مزاج پیدا کر لیا، ہماری غلطیاں آپ سے درست ہونگی، آپ کی غلطیاں ہم سے،

یہ واسطہ صحبت کا ہے:''وجعل بینکم مودة ورحمة ''(اور پیدا کر دی تمہارے درمیان محبت ورحمت) مدینہ میں اوس اور خزرج برسوں سے لڑ رہے تھے، اس لیے کہ اجزاء کوٹے نہیں گئے تھے،

''اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم ''اب صحبت نبوی ؐ ملی اور حوادث ومصائب کے ہاون دستہ میں کوٹے گئے۔ وہ چاشنی پیدا ہوئی جس سے ایک دوسرے سے چپک گئے تو وہ اتحاد پیدا ہوا جو کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں'' لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم ''(اگر تم ساری دولتیں خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت نہیں ڈال سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان میں یہ الفت ڈال دی)

جب تک اجزائے متفرقہ کو ایک دوسرے سے چپکانے والی چاشنی نہیں ہوتی، وہ مجموعہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں متبائن اجزاء ہوتے ہیں، ہر جزو روٹھا ہوا، ہر جزو پھولا ہوا، ہلیلہ، بلیلہ، آملہ فلفل سیاہ سب ایک دوسرے سے الگ، فرمایا گیا: تم انہیں متحد گمان کرتے ہو حالانکہ انکے دل متفرق ہیں) پھر جب یہ معجون تیار ہو جائے گا اور الگ الگ مزاجوں کی بجائے ایک مزاج پیدا کریگا تو وہ تھوڑی ہی سی معجون بڑے بڑے امراض دفع کر دیگی۔ اور اس کا قلیل کثیر پر غالب آئیگا، فرمایا گیا:

" کم من فئة قلية غلبت فئة كثيرة باذن الله ، والله مع الصابرين '

(کتنی مٹھی بھر جماعتیں ہیں کہ بھاری جمیعتوں پر غالب ہوئی ہیں اللہ کے حکم سے اور اللہ برداشت کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اصل میں امت کے افراد کو ملا کر بھی ایک معجون تیار کرانی منظور تھی، الگ الگ معجونیں تیار نہیں کرانی تھیں ،سب کے لیے ایک ہی لیبل تجویز تھا۔

"وان هذه امتكم امة واحدة "(اور تمہاری یہ جماعت ایک جماعت ہے)

لیکن چونکہ اتنا بڑا ایک ہی ہاون دستہ ملنا مشکل تھا، اس لیے الگ الگ ہاون دستوں میں ان کو کوٹنے ، پیسنے اور کوٹ کٹا کر معجون بنانے کی اجازت دی گئی، لوگوں نے ان کو الگ الگ معجون سمجھ لیا اب وہ الگ الگ طریقے ایک دوسرے سے مغائر ہو گئے، اور مقصود بالذات سمجھنے لگے۔

اس معجون کی خاصیت بتائی کہ:

" لا يذقون فيها الموت الا الموتة الاولیٰ ووقاهم ربهم عذاب الجحيم "(نہیں مزہ چکھیں گے وہ اس میں موت کا مگر ایک بار اور دور رکھے گا اللہ ان کو عذاب جحیم سے)

البتہ کھانے میں معجون کڑوی ضرور ہے۔" حفت الجنة بالمكارة "(جنت خلافِ طبع امور سے ڈھکی ہوئی ہے)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور حضرت شاہ اسحاق ؒ دفع بخار کے لیے گلے میں باندھنے کے لیے یہ لکھ دیتے تھے۔" قلنا ينا ركوني بردا وسلماً على ابرهيم "اور ہر بیماری کے دفع کے لیے پینے کو یہ لکھ دیتے" سلم قولاً من رب رحيم ."

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

مغل فرمانروا محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۸ء میں انتقال کیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال نہ صرف مغلیہ سلطنت کے زوال وانحطاط کا پیش خیمہ تھا۔ بلکہ برصغیر کی مذہبی، دینی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی بدنظمی اور سیاسی بدامنی کا نقطہ آغاز بھی تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جو اس کے جانشین ہوئے۔ وہ ایک دوسرے سے کمزور تر کمزور ثابت ہوئے۔ اور سب کے سب نااہل تھے۔

سیاسی حالت

حضرت شاہ ولی اللہ ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۷۶ھ میں/ ۱۷۲۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کی عمر ۶۲ سال تھی۔ اور اس ۶۲ سال میں گیارہ مغل بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ جو سب کے سب نالائق اور نااہل تھے۔ ان میں کوئی ایک بھی حکومت کرنے کا اہل نہیں تھا۔

چنانچہ ان مغل بادشاہوں کی کمزوری اور نااہلی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کمزور سے کمزور تر ہوگئی۔ مرہٹوں اور جاٹوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اور آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی نیم خود مختار حکومتیں قائم کرلیں۔ خاص کر مرہٹوں اور جاٹوں نے ظلم وستم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نادر شاہ درانی نے ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ اس نے دہلی میں قتلِ عام۔ اور ایک دن میں کم از کم ۳۰ ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔ عزت وناموس کی خاطر دس ہزار عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ کچھ عورتیں دو تین دن بعد زندہ نکالی گئیں۔

نادر شاہ کے حملے نے ہندوستانی اور خاص طور پر دہلی پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس سے دہلی شہرت ایک مدت تک سنبھل نہ سکا۔ بہار، اڑیسہ روئیل کھنڈے کے صوبے باغی ہوگئے۔ ملکی دولت اور خزانہ نادر شاہ لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اور جو تھوڑا بہت باقی رہ گیا تھا۔ اس کو ختم کرنے کے لیے احمد شاہ ابدالی نے حملے شروع کر دیئے۔ اور آخر اس نے لاہور اور دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اور احمد شاہ

ابدالی کی فوج نے بھی نادر شاہ کی فوج کی طرح خوب لوٹ مار کی۔

میر تقی میر نے لکھا ہے کہ:

اب دہلی میں نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ کوئی وزیر اس کی حالت بیواؤں سے زیادہ دکھیاری تھی۔اس لیے درانیوں نے خوب دل کھول کر لوٹا۔

احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر سات حملے کیے۔اس کا آخری حملہ ۱۷۶۰ء میں ہوا۔اب ہندوستان میں مرہٹوں کا زور بڑھ رہا تھا۔ان کے عروج کے پیش نظر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے احمد شاہ ابدالی کو خطوط لکھے کہ مرہٹوں کا دن بدن بڑ غلبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ان کے غلبہ کو روکنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی درخواست پر یکم نومبر ۱۷۶۰ء کو پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔

یہاں ڈھائی ماہ تک مرہٹوں اور احمد شاہ ابدالی اور اس کے ہندوستانی حلیفوں کے درمیان ایک خونریز اور فیصلہ کن جنگ ہوئی۔اور آخر کار ۱۴/ جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اور احمد شاہ ابدالی کو اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔احمد شاہ ابدالی ۱۷۶۷ء تک دہلی میں رہا۔

مذہبی حالت

اس وقت یہاں سیاسی اور اخلاقی و معاشی اور معاشرتی حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔وہاں مذہبی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی۔ضعیف الاعتقادی کا زور تھا۔مسلم معاشرہ میں بدعات کی کثرت ہو گئی تھی۔مسلمانوں میں بیشتر ایسی رسومات کا رواج ہو گیا تھا۔جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔لوگ توحید سے عاری ہو چکے تھے۔مشرکانہ عقائد رکھتے تھے۔سنت سے ایک حد نا آشنا ہو چکے تھے۔اور ایسی متعدد رسومات کے عادی ہو چکے تھے۔جن کے ثبوت کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔قبر پرستی،مشائخ کے لیے سجدہ تعظیمی،مزارات کا احترام اور ان پر نذرین و نیازیں اور چادریں چڑھانا،منتیں ماننا،بزرگوں کے نام پر قربانیاں کرنا تہوار منانا،گانا بجانا،چراغاں کرنا،شادیوں پر لڑکوں کو گانا باندھنا،دلہن لانے پر دروازے پر تیل لگانا،محرم کے تعزیے،ہندوؤں کے تہواروں کو منانا وغیرہ یہ سب رسومات اس وقت رائج تھیں۔

جب سیاسی اور معاشی واقتصادی حالت اچھی نہ ہوتو مذہبی حالت بھی درست نہیں رہتی۔ان حالات کے ساتھ ساتھ شیعہ اورسنی اوردو مستقل گروہ وجود میں آگئے تھے شیعہ گوتعداد میں تھوڑے تھے۔لیکن یہ منظم جماعت اوراثر واقتدار کے باعث کافی مضبوط اورطاقت ور تھے۔

جب اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال سے چار سال پہلے مسلمانوں کے عظیم محسن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پیدا ہوئے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام تھا۔مسلمانوں میں رسوم وبدعات کا زور تھا۔جھوٹے فقراء اورمشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اوراپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔

شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی

اس وقت ملک کی جوسیاسی ،اخلاقی ،معاشی ،معاشرتی ،دینی اور مذہبی حالت تھی۔اس کا مختصر خاکہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔اس لیے اب ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مردِ مجاہد، عظیم مفکر میدان عمل میں آئے۔جواسلامی عقائد کے احیاء اور مسلم معاشرہ میں اصلاح کے لیے انقلابی روح پھونکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ شاہ ولی اللہؒ کو میدان عمل میں لائے۔اورانہوں نے پیامِ محمدیؐ کی از سرنو تجدید کا بیڑا اٹھایا۔

اورشاہ صاحب کے پیش نظر سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنا تھا۔اوروہ انقلاب یہ تھا کہ اسلامی عقائد کا احیاء ہو، توحید کا بول بالا ہو، جاہلانہ رسومات کا خاتمہ ہو۔اوران کی اصلاح ہو۔

اس سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم ومغفور نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے تجدید اصلاح امت کے سلسلہ میں درجِ ذیل ذرائع اختیار کیئے:

۱۔اصلاح عقائد ودعوت القرآن۔

۲۔حدیث وسنت کی اشاعت وترویج اورفقہ وحدیث میں تطبیق کی دعوت وسعی۔

۳۔شریعت اسلامی کی مربوط ومدلل ترجمانی اوراسرار ومقاصد حدیث وسنت کی نقاب کشائی۔

۴۔اسلام میں خلافت کے منصب کی تشریح،خلافت راشدہ کے خصائص،اوراس کا اثبات وردّ رفض۔

۵۔سیاسی انتشاراور مغلیہ حکومت کے دوراحتضار میں شاہ صاحب کا مجاہدانہ وقائدانہ کردار۔

٦۔امت کے مختلف طبقات کا احتساب اوران کودعوت اصلاح وانقلاب۔

۷۔علمائے راسخین اورمردان کار کی تعلیم وتربیت جوان کے بعد اصلاح امت اوراشاعت دین کا کام جاری رکھیں۔(تاریخ دعوت وعزیمت ج۵ص۱۳۱)

برصغیر میں سیاسی انتشار کی جو ہوا چلی اس سلسلہ میں شاہ صاحب نے جوعظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔اس سے تاریخ کا ایک طالب علم بخوبی واقف ہے۔مرہٹوں، جاٹوں، روہیلوں اورسکھوں نے جواودہم مچایااوران کی قوت کوختم کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کوخطوط لکھے چناچہ آپ کی دعوت پراحمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پرحملہ کیا۔اور پانی پت کے میدان میں مرہٹوں اوران کے حلیف ساتھیوں کوعبرتناک شکست دی۔

علمائے راسخین اورمردان کار کی تعلیم وتربیت کے لیے شاہ ولی اللہ جوکچھ مجددانہ کارنامے انجام دیئے۔اس کی بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

شاہ صاحب نے سلاطین السام، امراء وارکان دولت ،فوج کے سپاہیوں علماء ومشائخ وغیرہ کونصیحت اموزخطوط لکھے۔اس سلسلے میں ان کی کتاب تفہیمات الٰہیہ کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

شاہ ولی اللہ کے تجدیدی کارناموں پرلکھتے ہیں۔

مجدد کے لیے ضروری ہوتا ہے۔کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں اسلام اورجاہلیت کی آمیزش کو دیکھتا ہے تواس میں قوت ایمانی پیدا ہوجاتی ہے۔اورخارزار جاہلیت کی کھنک انہیں اصلاح کے لیے بے چین کردیتی ہے اس کے بعد مجدد کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ان کے سامنے تعمیر نور کا ایک نقشہ واضح صورت میں پیش کرے۔

اسی تعمیری کام میں شاہ صاحب جوتعمیری کردارادکیا۔اس سے ہرشخص جس کودین اورمذہب سے لگاؤ ہے۔اس سے بخوبی واقف ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے انتقال کے بعدان کے جانشین آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز دہلوی ہوئے۔آپ نے اپنے والد کے شروع کیے ہوئے کاموں کی تکمیل کی اوران کے نقش

قدم پر چلتے ہوئے تمام ادھورے کام مکمل کیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے خدمت قرآن کے سلسلہ میں قرآن مجید کا ترجمہ بنام فتح الرحمان کیا اور اس کے ساتھ مختصر حواشی لکھے۔

شاہ عبدالعزیز نے قرآن مجید کی تفسیر بنام تفسیر عزیزی، فارسی لکھی۔

حدیث میں شاہ ولی اللہ نے موطا امام کی دو شرحیں عربی اور فارسی میں لکھیں۔شاہ عبدالعزیز نے اصول حدیث اور تاریخ حدیث پر ''عجالہ نافعہ'' اور بستان المحدثین تالیف فرمائیں

شاہ ولی اللہ نے شیعت کی تردید میں دو کتابیں ازالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء، اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین تالیف کیں ۔حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ ، عزیز الاقتباس ، وسیلہ النجات اور سر الشہادتین تالیف کیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے دوسرے صاحبزادے شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ کیا۔ اور تیسرے صاحبزادے شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ اور اس کے ساتھ تفسیر موضح القرآن تالیف کی۔

مولانا شاہ محمد اسحٰق جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے۔ان کی ساری زندگی حدیث کی درس وتدریس میں بسر ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا شاہ اسماعیل شہید کے علمی ودینی اور جہادی خدمات کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔آپ صاحب السیف وصاحب القلم تھے۔دیانت اور فہم وفکر میں یگانہ روزگار تھے۔ایک جید عالم دین ہونے ساتھ ساتھ دینی مفکر، قاطع بدعت، مبلغ اور عظیم مجتہد تھے۔غیر معمولی فراست وبصیرت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت متقی پرہیز گار زہد وروع کے پیکر، مجاہد، شجاع اور بلند مرتبہ اخلاق کے حامل تھے۔جن کے صاحبِ علم وفضل ہونے کی شہادت علامہ اقبال نے دی ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ہندوستان نے ایک مولوی پیدا کیا ہے۔اور وہ مولوی شاہ محمد اسماعیل کی ذات تھی۔

شاہ اسماعیل شہید کی ساری زندگی اعلائے کلمۃ الحق میں بسر ہوئی۔اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر آپ نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کردی۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

سات بیٹیوں کی برکت سے ایک آدمی جہنم سے بچ گیا

تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ایک شخص ہاں صرف بیٹیاں تھیں۔ ہر مرتبہ اس کو امید ہوتی کہ اب تو بیٹا پیدا ہوگا مگر ہر بار بیٹی ہی پیدا ہوتی۔ اس طرح اس کے ہاں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں ہوگئیں، اس کی بیوی کے ہاں پھر ولادت متوقع تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ شیطان نے اس کو بہکایا، چنانچہ اس نے ارادہ کرلیا کہ اب بھی لڑکی پیدا ہوئی تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔

اس کی کج فہمی پر غور کریں! بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور؟ رات کو سویا تو اس نے عجیب وغریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے، اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جن کے سبب اس پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔ لہٰذا فرشتوں نے اس کو پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔

پہلے دروازے پر گئے تو دیکھا کہ اس کی ایک بیٹی وہاں کھڑی تھی جس نے اسے جہنم میں جانے سے روک دیا۔ فرشتے اسے لے کر دوسرے دروازے پر چلے گئے، وہاں اس کی دوسری بیٹی کھڑی تھی جو اس کے لیے آڑ بن گئی۔ اب وہ تیسرے دروازے پر اسے لے گئے وہاں تیسری لڑکی کھڑی تھی جو رکاوٹ بن گئی۔ اس طرح فرشتے جس دروازے پر اسے لے کر جاتے وہاں اس کی ایک بیٹی کھڑی ہوتی جو اس کا دفاع کرتی اور جہنم میں جانے سے روک دیتی۔

غرض یہ کہ فرشتے اسے جہنم کے چھ دروازوں پر لے گئے مگر ہر دروازے پر اس کی کوئی نہ کوئی بیٹی رکاوٹ بنتی چلی گئی۔ اب ساتواں دروازہ باقی تھا۔ فرشتے اس کو لے کر اس دروازے کی طرف چل دیئے۔ اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس دروازے پر میرے لیے رکاوٹ کون بنے گا؟ اسے معلوم ہوگیا کہ جو نیت اس نے کی تھی غلط تھی۔ وہ شیطان کے بہکاوے میں آگیا تھا۔

انتہائی پریشان اور خوف ودہشت کے عالم میں اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور اس نے رب

العزت کے حضور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی:

"اللھم ارزقنا السعابعة "

ترجمہ:''اے مجھے ساتویں بیٹی عطا فرما''۔

اس لیے جن لوگوں کا قضا وقدر پر ایمان ہے، انہیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیے۔ ایمان کی کمزوری کے سبب جن بدعقیدہ لوگوں کا یہ تصور بن چکا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کا سبب ان بیویاں ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں بیویوں کا یا خود ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ میاں بیوی تو صرف ایک ذریعہ ہیں، پیدا کرنے والی ہستی تو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔

وہی جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ کی قضا وقدر پر راضی ہو۔ اللہ نے سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لله ملك السموت والارض يخلق مايشآ ء يهب لمن يشآء اناثاو ويهب لمن يشآء الذكور. اويزوجهم ذكرانا واناثا ويجعل من يشآء عقيما،انه عليم قدير﴾ [سورۂ شوریٰ ،آیت:۴۹،۵۰]

ترجمہ:''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا پھر لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے''۔

[سنہری کرنیں، صفحہ ۲۴]

باون لاکھ درہم، پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں

ایک مرتبہ سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ کھجوروں کی گٹھلیاں سر پر اٹھائے ہوئے مدینہ طیبہ کے اطراف سے شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اونٹنی پر سوار وہاں سے گزر رہے تھے اور ان کی سالی بھی تھیں اور پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ کی بیوی بھی۔ آپ ﷺ نے ساربان سے کہا: ''رک جاؤ، رک جاؤ۔ اسما کو سوار کر لیں''۔

آپ ﷺ نے اسماء کو اونٹنی پر سوار ہونے کی دعوت دی۔ وہ فرماتی ہیں: ''میں نے اپنے

خاوند زبیر کی غیرت کو یاد کیا اور اونٹنی پر سوار ہونے سے معذرت کر دی‘‘۔[بخاری:۵۲۲۵،مسلم،۲۱۸۲]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ اسماءؓ نے اونٹنی پر بیٹھنے انکار کیوں کیا؟ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھنے سے انکار؟ وہ مقدس اور پاکباز ہستی، طاہر، مطہر، معصوم نبی ﷺ ۔کیا خاوند ناراض ہوتا؟ ہرگز نہیں! یہ کیسے ممکن ہے؟ مگر دراصل یہ سیدہ اسماءؓ کی غایت درجہ کی خاوند کی فرمانبرداری اوراس کے جذبات کا احترام تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی سواری پر بیٹھنے سے معذرت کر دی۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے والد محترم ابو بکر صدیقؓ نے ان گھوڑا اور نگہداشت کے لیے خادم عطا کیا۔

سیدہ اسماءؓ نے اپنے خاوند کے ساتھ مشکل حالات پر صبر کیا، تنگی اور ترشی میں گزارا کیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وافر مقدار میں رزق عطا فرمایا اور جب حضرت زبیرؓ نے وفات پائی تو آپ جانتے ہیں حضرت اسماءؓ کو ترکہ میں کیا ملا؟

وہ عورت جو کھجوروں کی گٹھلیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھیں، اسے باون لاکھ درہم ترکہ میں ملے۔

اور یہ حضرت زبیرؓ نے حرام کی کمائی سے یا لوگوں کا مال چھین کر جمع نہیں کئے اور نہ ہی لوگوں کو قرابت رسول اور حواری رسول ہونے کا وسیلہ دے کر اکھٹے ہوئے بلکہ انہوں نے تجارت کی اور حلال ذرائع سے مال اکٹھا کیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماءؓ کے خاوند کے پاس ایک ہزار کارندے تھے جو ان کے لیے کام کرتے اور اس کا حصہ ان کو دیتے تھے۔اتنا رزق، اتنی جائیداد اور مال و دولت کے باوجود ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے کبھی مال و دولت ذخیرہ نہیں کیا نہ اس کے انبار لگائے۔

حضرت اسماءؓ کے پاس جب کچھ نہ تھا، فقر و فاقہ تھا وہ اس حال میں بھی گھبرائی نہیں اور واویلا نہیں کیا اور مال و دولت آئی تو فخر و غرور کا اظہار نہیں کیا اور ساری زندگی خیر کے کاموں میں، لوگوں پر احسان کرنے میں اور نیکی کرنے میں گزار دی۔[اسد الغابہ، جلد۲، صفحہ۳۰۹]

جس اللہ کو زمین کے اوپر بھول نہ سکی تو زمین کے نیچے کیسے بھول سکتی ہوں؟

حضرت رابعہ بصریہؒ کا انتقال ہو گیا، تو خواب میں اپنی خادمہ کو ملیں، انہوں نے کہا کہ اماں! آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے پاس منکر نکیر آئے، مجھ سے کہنے لگے: من ربک؟ ''تیرا رب کون ہے''؟ تو میں نے کہا کہ ''من ربک''؟ تمہارا رب کون ہے؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ تو فرشتوں نے کہا: اپنے پروردگار کے پاس سے۔ تو حضرت رابعہ بصریہؒ نے کہا: جب اتنی دوری سے آنے پر تم اپنے رب کو نہیں بھولے تو میں چار ہاتھ زمین کے نیچے آکر اپنے رب کو کیسے بھول سکتی ہوں؟

یہ نہیں کہا کہ ''ربی اللہ'' کہا کہ جس رب کو ساری زندگی نہیں بھولی، اس کو چار ہاتھ زمین کے نیچے آکر کیسے بھول جاؤں گی؟ انہوں نے کہا چھوڑو اس کا کیا حساب لینا۔ خادمہ کہنے لگی کہ آپ کی گدڑی کہاں گئی؟ (گدڑی ایک لمبا سا جبہ کو کہتے ہیں جو عرب پہنتے ہیں، ہمارے یہاں اس کا کوئی دستور نہیں)

حضرت رابعہ بصریہؒ نے کہا تھا کہ مجھے کفن میری گدڑی میں ہی دے دینا، میرے لیے نیا کپڑا نہ لانا۔ لیکن ان کی خادمہ نے دیکھا کہ بہت عالیشان پوشاک پہنی ہوئی ہیں۔ کہنے لگیں کہ وہ گدڑی کہاں گئی؟

کہا کہ اللہ نے سنبھال کر رکھی ہے کہ قیامت کے دن میری نیکیوں میں اس کو بھی تولے گا اور اس کا بھی وزن کرے گا۔ ہمارے دور اول کی حکومتیں اسلام پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ان کی تجارتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ہماری تجارتیں اسلام کو مٹانے کا ذریعہ ہیں۔

جنت اور جہنم کی آپس میں گفتگو

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا، مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں اور جہنم نے کہا، میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پر ہو جاؤ گی، جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھیں گے، تب وہ کہنے لگے گی، تیری عزت کی قسم! اب بس ہے، بس ہے۔



بچوں کے صفحات

فرق پہچان لیا

ایک بادشاہ تھا۔ اس کا وزیر بڑا سمجھ دار تھا۔ وزیر کے زمانے میں بادشاہ کی سلطنت میں بڑی ترقی ہوئی۔ ایک دن وزیر سخت بیمار ہو گیا، بچنے کی امید نہ رہی، آخری وقت آ پہنچا، بادشاہ فکر مند ہوا کہ ایسا وزیر پھر کہاں ملے گا، یہ بات بادشاہ نے وزیر سے کہی۔

وزیر نے بادشاہ کو تین پتلے دیے، تینوں پتلے ہر بات میں یکساں تھے۔ قد موٹائی اور رنگ میں سارے برابر تھے، تینوں پتلوں کے ہاتھوں، پیروں میں بھی کوئی فرق نہ تھا۔ آنکھ، کان، ناک اور جسم کے تمام اعضاء بھی سب کے ایک ہی طرح کے تھے، بال برابر بھی کوئی چھوٹا بڑا نہ تھا، وزن میں بھی سب پتلے برابر تھے۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا: یہ تینوں پتلے میں تو بالکل یکساں، لیکن تینوں میں بڑا فرق ہے، جو آدمی اس فرق کو بتا دے، اسی کو آپ میرے بعد وزیر بنا دیں۔ اس کے بعد وزیر نے بادشاہ کے کان میں بتایا کہ ان تینوں پتلوں میں یہ فرق ہے۔

وزیر کے مرنے کے بعد بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ جو ان پتلوں میں فرق بتائے گا، اسی کو وزیر بنایا جائے گا۔ وزیر بننے کے لالچ میں لوگ دوڑ پڑے۔ لوگ آتے اور پتلوں کو دیکھتے، پتلوں کا ناپ تول کرتے، رنگ روپ جانچتے، لیکن فرق نہ پاتے تو پریشان ہو کر واپس چلے جاتے۔ اس طرح بہت دن گزر گئے۔ کوئی پتلوں کو نہ پرکھ سکا۔ اب دیکھئے اللہ کی قدرت، وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کا مرتبہ بڑھانا چاہتا ہے، اس کو سمجھ بوجھ دیتا ہے، ایسا آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی مشکل بات کو بھی آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک آدمی ادھر آنکلا، بادشاہ کا اعلان وہ بھی سن چکا تھا۔ اس نے پتلوں کو تولا تینوں پتلے برابر نکلے، اب اس نے انہیں ناپا، ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، ناک وغیرہ سب کچھ ایک ایک کر کے ناپتا رہا۔ ناپ میں برابر پایا۔ رنگ و روپ جانچا، اس میں بھی کچھ فرق نہ پایا۔ اس نے پتلوں کو تو رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ جب یہ پتلے ہر بات میں برابر ہیں تو پھر فرق کیا ہو سکتا ہے۔

اچانک اس کی نگاہ ایک پتلے کے کان پر پڑی۔ پتلے کے کان میں ایک سوراخ تھا۔اس نے دوسرے پتلوں کو دیکھا تو ان کے کانوں میں بھی ویسے ہی سوراخ تھے۔اب وہ آدمی اور بھی پریشان ہوگیا۔وہ پتلوں کو رکھ کر جانے ہی والا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایک بات ڈالی۔اس نے ایک پتلے کے کان میں منہ سے پھونکا۔دوسرے پتلے کے کان میں بھی پھونکا اور تیسرے پتلے کے کان میں بھی پھونک ماری، پھر وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔اس نے پہرے داراروں سے کہا:''کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ پتلوں میں کیا فرق ہے۔'' پہرے دار دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے۔بادشاہ نے دربار لگانے کا حکم دیا اور اس آدمی کو بلوالیا۔دوسرے لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک آدمی ان پتلوں کا فرق بتائے گا تو بہت سے لوگ بھی ساتھ چلے گئے۔

بادشاہ کا حکم پا کر اس آدمی نے ایک پتلا اٹھایا۔اس کے کان میں منہ سے پھونکا اور بتایا، حضور! یہ تینوں پتلوں میں اول نمبر کا ہے، بڑا ہی قیمتی ہے۔اگر اسے ہیروں سے تولا جائے تو بھی اس کی قیمت کم ہے۔بادشاہ نے پوچھا:اس پتلے میں کیا اچھائی ہے؟

اس آدمی نے جواب دیا: دیکھیے حضور! میں نے اس پتلے کے کان میں پھونکا تو پھونک اس کے پیٹ میں چلی گئی۔بادشاہ نے کہا: تو بھائی کیا یہ کوئی اچھائی کی بات ہوگئی؟

آدمی نے کہا: حضور! یہی تو قیمتی بات ہے۔یہ پتلا اس آدمی کی طرح ہے جس سے کوئی بھید کی بات کی جائے تو اسے پیٹ میں رکھ لیتا ہے اور کسی سے نہیں کہتا۔حضور! جو آدمی دوسرے کا راز کسی سے نہیں کہتا، وہی تو سب سے اول نمبر کا آدمی ہوتا ہے۔ایسے آدمی کی سب عزت کرتے ہیں، اچھے بادشاہ ایسے آدمی کو اپنا بھیدی (رازدار) بناتے ہیں اور بڑی سے بڑی تنخواہ اسے دیتے ہیں۔

اس جواب سے بادشاہ بہت خوش ہوا، پوچھا: اچھا دوسرے نمبر کا پتلا کون سا ہے؟

اس آدمی نے دوسرا پتلا اٹھایا، اس کے کان میں پھونکا تو پھونک اس کان سے ہوکر دوسرے کان سے نکل گئی۔اس آدمی نے کہا: حضور! یہ دوسرے نمبر کا پتلا ہے، یہ پتلا اس آدمی کی طرح ہے جو بات کو اس کان سے سنتا ہے اور دوسرے کان سے اڑا دیتا ہے۔ایسے آدمی سے نہ نقصان کا ڈر ہوتا ہے نہ ہی اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہے۔اس کو کسی کام پر لگا دو تو یہ تیلی کے بیل کی طرح لگا رہتا ہے۔اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں جو چاہے دے دو، اس کے لیے بہت ہے۔

بادشاہ اس جواب سے بھی بہت خوش ہوا اور پوچھا: اب تیسرے پتلے کے بارے میں بتاؤ کہ اس میں کیا بات ہے؟

اس آدمی نے تیسرا پتلا اٹھایا اور اس کے کان میں بھی پھونکا، لیکن پھونک اس کے کان میں سے ہوتی ہوئی منہ میں سے نکل گئی۔ آدمی نے کہا: حضور! یہ پتلا دو کوڑی کا بھی نہیں۔ یہ پتلا خراب آدمی کی طرح ہے جس سے کوئی بھید کی بات کہی جائے تو جھٹ دوسروں سے کہہ دیتا ہے، جہاں کوئی بات سنتا ہے بس بغیر جانچے پرکھے، ہر ایک سے کہتا رہتا ہے، ایسا آدمی جھگڑے کی جڑ ہوتا ہے، ایسے آدمی کو لوگ اگر راز دار بنائیں تو وہ راز کو چھپا ہیں سکتا اور پھر اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ ایک کو دوسرے سے لڑا دیتا ہے۔ کسی کی عزت اور آبرو کا اسے ذرا بھی دھیان نہیں رہتا۔

بادشاہ اس جواب سے بڑا ہی خوش ہوا۔ اس نے اس آدمی سے پوچھا: میاں! یہ بتاؤ تمہاری سمجھ میں یہ بات کیسے آگئی، بڑے سے بڑے سمجھ دار لوگوں نے ان پتلوں کو دیکھا، جانچا، پرکھا، کوئی نہ سمجھ سکا تم نے کیسے سمجھ لیا؟

اس آدمی نے کہا: حضور! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر وہ کسی کے دل میں نہ ڈالے تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس طرح یہ بات میری سمجھ میں آئی تو حضور! سچی بات یہ ہے کہ میں بھی ان پتلوں کو جانچتے پرکھتے پریشان ہوگیا تھا اور انہیں رکھ کر جانے ہی والا تھا کہ اچانک مجھے حضرت انسؓ کے بچپن کی ایک بات یاد آگئی اور پھر پتلوں کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسان کر دیا۔

وہ کیا؟ بادشاہ نے پوچھا۔

اس آدمی نے بتایا: ایک مرتبہ حضرت انسؓ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے اور انہیں سلام کیا۔ پھر اپنی کسی ضرورت سے کہیں بھیجا۔ حضرت انسؓ کو اس کام میں بہت زیادہ وقت لگا۔ پھر جب وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو والدہ نے کہا: اتنی دیر تک کہاں رہے؟ بتایا: آپ ﷺ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا۔ بولیں: کیا ضرورت تھی؟ جواب دیا: یہ ایک راز ہے۔ ان کی ماں نے کہا:

''دیکھو بیٹے! پیارے نبی ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا۔''

حضرت انسؓ کی یہ بات سنا کر اس آدمی نے بادشاہ سے کہا، حضور! جب سے میں نے یہ بات پڑھی ہے، تب سے میں سمجھتا ہوں کہ راز کا چھپانا بڑی قیمتی بات ہے اور راز کا کھول دینا دو کوڑی کی بات ہے۔ مجھے یہی بات یاد آگئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ان پتلوں کا سمجھنا آسان کر دیا۔

بادشاہ نے کہا: سچ مچ پتلوں میں یہی فرق ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس آدمی کو اپنا وزیر بنالیا۔

فائدہ: دوستو......! اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملا کہ کسی کی راز کی بات دوسروں کو بتانا اچھی بات نہیں ہے اور ایسا آدمی جو یہ کام کرتا ہو لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہوتا ہے لہٰذا اس سے خوب بچیں۔

مسلمانو! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد ، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بانی جامعہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- آپ کے مسائل اور انکا حل
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعر وسخن۔ جس میں حمد ونعت، نظم اور غزل۔
- تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔

رابطہ کیلئے

ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569

www.milliafsd.com